بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ   وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 71

شمارہ 29

ایڈیٹر

منصور احمد

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

شرح چندہ

سالانہ 850 روپے

بیرونی ممالک

بذریعہ ہوائی ڈاک

50 پاؤنڈ یا

80 ڈالر امریکن

یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

21 ذوالحجہ 1443 ہجری قمری • 21 وفا 1401 ہجری شمسی • 21 جولائی 2022ء

ارشاد باری تعالیٰ

رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ ہَدَیۡتَنَا وَہَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَہَّابُ ﴿۹﴾

(آل عمران: 9)

(ترجمہ) اے ہمارے ربّ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تُو ہمیں ہدایت دے چکا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تُو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 15 جولائی 2022 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

خدا نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھا جائے اور بے معنی، بیہودہ، بے موقع، غیر ضروری باتوں سے احتراز کیا جائے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

جبکہ اِن ساری باتوں سے معلوم ہو گیا ہے کہ سچے تقویٰ کے بغیر کوئی راحت اور خوشی مل ہی نہیں سکتی تو معلوم کرنا چاہیے کہ تقویٰ کے بہت سے شعبے ہیں جو عنکبوت کے تاروں کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ تقویٰ تمام جوارح انسانی اور عقائد زبان اخلاق وغیرہ سے متعلق ہے۔ نازک ترین معاملہ زبان سے ہے۔ بسا اوقات تقویٰ کو دور کر کے ایک بات کہتا ہے اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ میں نے یوں کہا اور ایسا کہا حالانکہ وہ بات بُری ہوتی ہے۔ مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک بزرگ کی کسی دنیادار نے دعوت کی۔ جب وہ بزرگ کھانا کھانے کیلئے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیادار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اور پھر کہا دوسرا تھال بھی لانا جو دوسرے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تُو تو بہت ہی قابل رحم ہے۔ ان تین فقروں میں تو نے اپنے تین ہی حجوں کا ستیا ناس کر دیا۔ تیرا مطلب اس امر سے صرف یہ تھا کہ تُو اس امر کا اِظہار کرے کہ تُو نے تین حج کئے ہیں۔ اس لئے خدا نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھا جائے اور بے معنی، بیہودہ، بے موقع، غیر ضروری باتوں سے احتراز کیا جائے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 381، مطبوعہ 2018 قادیان)

تمام ارواح انسانی خواہ ان کے اجسام کسی زمانہ میں کیوں نہ دنیا میں رہے ہوں جمع کی جائیں گی اور ہر قوم کا نبی سامنے لایا جائے گا اور اپنی قوم کے متعلق گواہی دے گا

یہ جو فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء بطور گواہ کھڑے کئے جائیں گے میرے نزدیک انبیا کی شہادت سے مراد ان کا نمونہ ہے کہ وہ اپنے نمونے کو پیش کریں گے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ النحل آیت 85 وَیَوۡمَ نَبۡعَثُ مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیۡدًا ثُمَّ لَا یُؤۡذَنُ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَلَا ہُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ کی تفسیر فرماتے ہیں: اس جرم عظیم کے ذکر کے بعد پھر اُخروی زندگی کا حوالہ دیا کہ اس دنیا میں تو اس جرم کی سزا ملے ہی گی مگر آخرت میں یہ اور بھی زیادہ سزا پائیں گے اور وہ سزا اور ذلّت بہت سخت ہوگی کیونکہ تمام ارواح انسانی خواہ ان کے اجسام کسی زمانہ میں کیوں نہ دنیا میں رہے ہوں جمع کی جائیں گی اور ہر قوم کا نبی سامنے لایا جائے گا اور اپنی قوم کے متعلق گواہی دے گا۔ پھر کیوں یہ لوگ اس ذلّت کا جو اس وقت ان کو نصیب ہوگی خیال نہیں کرتے۔ ایک دوسری جگہ اس ذلت کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر فرمایا ہے فَکَیۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ کُلِّ اُمَّۃٍۭ بِشَہِیۡدٍ وَّجِئۡنَا بِکَ عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ شَہِیۡدًا ... یَوۡمَئِذٍ یَّوَدُّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَعَصَوُا الرَّسُوۡلَ لَوۡ تُسَوّٰی بِہِمُ الۡاَرۡضُ (النساء) یعنی جب سب اقوام اور نبی جمع ہوں گے اس وقت ان کو ایسی ندامت ہوگی کہ یہ خواہش کریں گے کہ زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں نبی مبعوث فرمائے ہیں۔ قرآن کریم نے یہ عقیدہ مختلف آیات میں بیان فرمایا ہے اور اس میں وہ دوسرے سب مذاہب سے منفرد ہے اور یہ اس کی صداقت کے ثبوتوں میں سے ایک زبردست ثبوت ہے۔

یہ جو فرمایا کہ کافروں کو اس وقت اذن نہ دیا جائیگا اسکے معنے بعض نے یہ کئے ہیں کہ انہیں بولنے کا اذن نہ دیا جائیگا۔ یہ معنے درست نہیں کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ کفار قیامت کو اللہ تعالیٰ سے کلام کریں گے اور اپنے عذرات بھی پیش کرینگے پس اس لَا یُؤۡذَنُ سے مراد یا تو جنت میں دخول کی اجازت ہے اور یا اسکے معنے شفاعت کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ جب نبی حشر کے دن آئیں گے اور ان کو اپنی قوم کے ان افراد کے حق میں شفاعت کی اجازت دی جائے گی جو گو پوری طرح کامل نہ ہوئے تھے مگر اس کے قابل تھے کہ نبی انہیں اپنا کہہ سکیں اس وقت یہ لوگ شفاعت سے محروم رہ جائیں گے اور ان کے حق میں شفاعت کی اجازت نہ دی جائے گی۔ قرآن کریم اور حدیث سے شفاعت کے متعلق ثابت ہے کہ اذن سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا لِمَنۡ اَذِنَ لَہٗ (سبا: رکوع 3) یعنی شفاعت صرف انہی کو فائدہ دے گی جن کے حق میں اذن الٰہی ہوگا۔ سورۃ یونس رکوع 1، طٰہٰ رکوع 6 اور النجم رکوع 2 میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے اور سورہ بقرہ رکوع 34 میں بھی۔ حدیث میں بھی شفاعت کے متعلق اذن کا لفظ آتا ہے۔ مسند احمد حنبل جلد 5 صفحہ 43 پر ابوبکرۃ کی روایت میں ہے ثُمَّ یُؤۡذَنُ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّبِیِّیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ اَنۡ یَّشۡفَعُوۡ۔ یعنی پھر فرشتوں، نبیوں اور شہداء کو اللہ تعالیٰ اجازت دیگا کہ وہ شفاعت کریں۔

قرآن کریم میں ایک اور مفہوم بھی اس اذن کا بیان ہوا ہے۔ سورۃ المرسلات میں ہے وَلَا یُؤۡذَنُ لَہُمۡ فَیَعۡتَذِرُوۡنَ یعنی کفار کو ایسی اجازت نہ دی جائے گی کہ وہ عذر پیش کر سکیں یعنی ایسی کوئی اجازت انہیں نہ ملے گی کہ اس سے فائدہ اٹھا کر وہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں۔

یہ جو فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء بطور گواہ کھڑے کئے جائیں گے میرے نزدیک انبیا کی شہادت سے مراد ان کا نمونہ ہے کہ وہ اپنے نمونے کو پیش کریں گے کہ کلام الٰہی نے ہم پر یہ اثر کیا ہے۔ اس تعلیم کو ماننے کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہمیں خدا مل گیا اور ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اس طرح پر خدا تعالیٰ اس وقت کافروں کو شرمندہ کرے گا کہ دیکھو ہماری کلام کا اعجاز جس سے روحانی قوتیں حاصل کر کے ہمارا یہ نبی اس کمال تک پہنچ گیا اور تم اس کلام کا انکار کر کے کہاں سے کہاں جا گرے۔

ہر نبی کلام الٰہی کے نتیجے کا عملی نمونہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ کلام بغیر نبی کے نہیں آتا۔ نبی سے کلام کی شان کا پتہ لگتا ہے اور کلام سے نبی کی شان کا۔

(تفسیر کبیر، جلد چہارم، صفحہ 214، مطبوعہ 2010 قادیان)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رزق میں کشائش اور عمر میں برکت کا نسخہ

(2067) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس کی یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشائش ہو (اور نیکیوں کا زیادہ سے زیادہ اسے موقع ملے) اور اس کی عمر دراز ہو تو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

سلسلہ کے مال سے تجارت

(2070) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو علم ہی ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا کہ جس سے میں اپنے گھر والوں کی خوراک مہیا نہ کر سکتا۔ مگر اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں۔ سو ابوبکر کے اہل و عیال اب بیت المال سے کھائیں گے اور وہ (ابوبکر) مسلمانوں کے لئے اس مال میں کاروبار کرے گا (اور تجارت سے ان کا مال بڑھتا رہے گا)

صحابہ اپنا کام خود کرتے تھے

(2071) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے کام خود کرتے اور ان سے پسینے کی بو آتی تو اُن سے کہا گیا: اگر تم نہا لیا کرو تو اچھا ہے۔

(بخاری، جلد 4، کتاب البیوع، مطبوعہ 2008ء قادیان)

اس شمارہ میں

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)
- خطبہ جمعہ حضور انور فرمودہ 24 جون 2022ء (مکمل متن)
- خطبہ جمعہ حضور انور فرمودہ 1 جولائی 2022ء (مکمل متن)
- سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (از سیرت خاتم النّبیین)
- سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)
- خلاصہ خطبہ عید الاضحیٰ حضور انور فرمودہ 10 جولائی 2022
- افتتاحی خطاب سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2019
- خطبہ جمعہ حضور انور بطرز سوال و جواب
- نماز جنازہ حاضر و غائب
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ ❁ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

محی الدین کا یہ الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اُسی پر صادق آیا
اگر اس الہام کے بعد محی الدین کے گھر میں بھی کوئی لڑکا ہوا ہے جو زندہ ہے تو میں عہد کرتا ہوں کہ مَیں اُن کی بیوی کو 100 روپیہ نقد دونگا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پُرشوکت انعامی چیلنج ہم آپؑ کی کتاب ”حقیقۃ الوحی“ رُوحانی خزائن جلد 22 سے پیش کررہے ہیں۔ گزشتہ شمارہ میں ہم نے عرض کیا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن محی الدین لکھوکے والے نے اپنے الہام کی بنا پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ من ذالک فرعون اور سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو ہامان قرار دیا تھا۔ ہم نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں عرض کیا تھا کہ جب کوئی شخص کسی نبی یا ولی یا فانی فی اللہ کے متعلق گندے خواب دیکھے تو دراصل وہ اس کی اپنی طبیعت اور اپنے خیالات کی گندگی ہوتی ہے۔ ایسا شخص نبی کے آئینہ میں اپنا ہی عکس دیکھتا ہے۔ اس شمارہ میں ہم محی الدین لکھوکے والے کے الہام کا جواب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا :

محی الدین کے الہام میں تین عجیب باتیں

”اِس الہام میں انہوں نے اپنے خیال میں مجھ کو فرعون قرار دیا ہے جیسا کہ خود انہوں نے اس خط میں اس کی تصریح کی ہے **لیکن تعجب کہ کیسے بڑے ادب سے خدا نے مجھ کو پکارا ہے** کہ مرزا نے نہیں کہا بلکہ میرزا صاحب کہا ہے چاہئے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے ادب سیکھیں اور **پھر دوسرا تعجب** یہ کہ باوجود اس کے کہ میری طرف سے یہ درخواست تھی کہ الہام میں میرا نام ظاہر کیا جائے مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوگئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے اُس کو روک دیا۔ کیا میرا نام مرزا صاحب ہے کیا دنیا میں اور کوئی مرزا صاحب کے نام سے پکارا نہیں جاتا۔ **اور پھر تیسرا تعجب** یہ کہ میں تو الہام کی رُو سے فرعون ٹھہرا اور محی الدین صاحب قائم مقام موسیٰ ہوئے۔ پس چاہئے تھا کہ موسیٰ کی زندگی میں میں مرجاتا نہ کہ موسیٰ ہی ہلاک ہوجاتا۔ محی الدین صاحب کی بددعاؤں کا سلسلہ جاری تھا اور میری ہلاکت کیلئے وہ کئی الہام بھی دیکھ چکے تھے پھر یہ کیا ہوا کہ وہ سب الہام اُنہیں پر پڑ گئے اور میری جگہ وہ مر گئے کیا یہ عجیب نہیں ہے کہ جس کو انہوں نے فرعون قرار دیا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے جو بول رہا ہے بلکہ ترقی پر ترقی کررہا ہے مگر وہ جو موسیٰ کے مشابہ اپنے تئیں سمجھتا تھا وہ کئی سال ہوگئے کہ اس دنیا سے گذر گیا اور اب اُس کا زمین پر نام ونشان نہیں یہ کیسا موسیٰ تھا کہ فرعون کے سامنے ہی اِس جہان کو چھوڑ گیا۔

ایک سو روپے کا پُرشوکت انعامی چیلنج

پھر دوسرا الہام محی الدین صاحب کا یہ بھی تھا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی تیرا بدگو تباہ کیا جائے گا اور لاولد رہے گا اور لاولد مرے گا۔ اِس الہام میں اُن کے خیال میں میری ہلاکت اور تباہی اور لاولد مرنے کی طرف اشارہ تھا سو الحمدللہ کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ میاں محی الدین صاحب قریباً دس برس ہوئے ہیں کہ فوت ہوگئے اور اُن کے اِس الہام کے بعد میرے تین بیٹے اور ہوئے اور اگر اس الہام کے بعد محی الدین صاحب کے گھر میں بھی کوئی لڑکا ہوا ہے جو زندہ ہے تو میں عہد کرتا ہوں کہ مَیں اُن کی بیوی کو ایک سو روپیہ نقد دوں گا ورنہ ظاہر ہے کہ یہ الہام اُن کا اُنہیں پر صادق آیا میں نے معتبر ذریعہ سے یہ سُنا ہے کہ اس الہام کے بعد کوئی لڑکا نہیں ہوا بلکہ ایک جوان لڑکا مر گیا اور صرف ایک زندہ رہا ہے۔

اگر مولوی محی الدین الہامات شائع نہ کرتے تو خدا تعالیٰ اُنکو اسقدر جلد ہلاک نہ کرتا

غرض یہ الہام اُن کا بھی جو مباہلہ کے رنگ میں تھا اُنہیں پر پڑا اور جو معنے اس کے واقعات نے ظاہر کئے ہیں وہ یہی ہیں کہ جو پہلے ہلاک ہونے والا ہے وہی فرعون ہے اور جو موسیٰ کے قائم مقام ہے اس کی نسبت دوسرا الہام ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ جس کے یہ معنی ہیں دشمن اُن کی زندگی میں ہی لاولد مرے گا اور ہر ایک نعمت اور برکت سے محروم رہے گا اور اس کی بکلّی بیخ کنی کی جائے گی۔ اگر یہ دونوں الہامات مولوی عبدالرحمن محی الدین صاحب شائع نہ کرتے اور جیسا کہ اُن کے خط کی ابتدا میں ہی اُن کا میری نسبت یہ ارادہ نہ ہوتا کہ جمیع اہل اسلام کی نظر میں ذلیل کیا جاؤں اور مجھ کو تمام لوگ فرعون سمجھ لیں اور میرے مرنے کے بعد مجھے مفتری اور کذّاب کہہ کر میرے پر ہمیشہ لعنتیں بھیجتے رہیں تو خدا تعالیٰ اُن کو اس قدر جلد ہلاک نہ کرتا لیکن انہوں نے تو الہام سُنا کر تمام دنیا کو اپنے الہام کے ذریعہ سے یہ ترغیب دی کہ وہ مجھے کافر اور منافق اور لعنتی سمجھ لیں اور میں ان کی زندگی میں مع اپنے تمام فرزندوں کے مرجاؤں اور میرا تمام کاروبار بگڑ جائے اور وہ ولی اللہ اور کراماتی ثابت ہوجائے اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ ایک صادق کے حق میں ایسی ذلّت روا نہیں رکھتا اور نہیں چاہتا کہ ایک سچا سلسلہ تباہ ہو جاوے کیونکہ اِس صورت میں وہ خود اپنے سلسلہ کا دشمن ہوگا سو خدا تعالیٰ کو یہی فیصلہ پسند آیا کہ خود انہیں کو ہلاک اور تباہ کردیا۔

محی الدین کے گھر دُعا کے بعد کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا بلکہ پہلا بھی فوت ہوگیا اور وہ خود بھی ہلاک ہوا

اور اس دعا کے بعد کوئی لڑکا اُن کے گھر میں پیدا نہیں ہوا بلکہ پہلا ایک لڑکا بھی فوت ہوگیا اور ہزارہا لوگوں کو خبر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میں نے یہ الہام شائع کیا ہوا ہے کہ اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ پس اِس میں کیا شک ہے یہ عبدالرحمن محی الدین نے میرے ذلیل کرنے کیلئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا مجھے فرعون بنایا میری بیخ کنی کیلئے پیشگوئی کی میری اولاد مرنے کی خبر دی کہ سب مرجائیگی پس اگر میں پہلے اس سے مرجاتا تو اس میں کیا شک تھا کہ اسکے تمام دوست میری موت کو اسکی کرامت بناتے۔ اور اگر میری اولاد بھی مرجاتی تو دو کرامتیں اُنکی مشہور ہوجاتیں مگر خدا تعالیٰ نے اُنکے اس الہام کے بعد تین لڑکے مجھ کو اور دیئے اور بموجب اپنے وعدے اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کے محی الدین کو میری زندگی میں ہی ہلاک کرکے اسکی ذلت ظاہر کردی اور نہ صرف اِس قدر بلکہ اُسکے الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کے بعد نہ صرف تین بیٹے اور مجھ کو دیئے بلکہ یہ بھی کیا کہ اسکی بیوی کو لاولد رکھا اور اِس طرح پر میری عزت کا ثبوت دُنیا پر ظاہر کیا خدا تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وفادار بندوں کیلئے کون غیرتمند ہوسکتا ہے اُس نے میرے لئے غیرت دکھلائی۔ افسوس کہ عبدالرحمن محی الدین نے باوجود مولوی اور ملہم کہلانے کے خدا تعالیٰ سے کچھ خوف نہ کیا اور وعید وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ سے کچھ نہ ڈرا۔ تب خدا تعالیٰ کے وعدہ اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ نے اسکو پکڑ لیا پس میرے لئے یہ ایک بڑا نشان ہے کہ جو شخص میرے تباہ کرنے کیلئے ایک الہام پیش کرتا تھا وہ خود ہی تباہ اور ہلاک ہوگیا۔

خدا نے بموجب مثل پنجابی محی الدین کو لکھ توں لکھ کردیا اور حج کرنا بھی اُسکو مفید نہ ہوا

چونکہ عبدالرحمن محی الدین علماء کے خاندان میں سے تھا اور ہزاروں انسانوں پر اُسکا اثر تھا اور علاوہ اسکے وہ پیرزادگی اور الہام کا بھی مدعی تھا اور اُس نواح میں ایک بڑا مشہور اور مرجع خلائق تھا۔ اِس لئے خدا تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اسکے قول سے لوگ ہلاک ہوں۔ پس یہی بھید ہے کہ اسکے الہام کے بعد جسکے رو سے وہ میری ہلاکت اور تباہی کا منتظر تھا خدا نے اُسی کو ہلاک کیا اور میرے پر صدہا برکتیں نازل کیں اور الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کے بعد اُسی پر دروازہ نسل بند کردیا اور مجھے اُسکے الہام کے بعد تین بیٹے اَور دیئے۔ کہاں گیا اُسکا الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ؟ کون اس میں شک کرسکتا ہے کہ اگر یہ الہام اُسکا پورا ہوجاتا اور وہ زندہ رہتا اور میں ہلاک ہوجاتا اور اُسکے اولاد ہوتی اور میں ابتر رہ جاتا تو وہ لاکھوں انسانوں میں کراماتی مشہور ہوجاتا آگے اُنکا پیرزادگی کا خاندان تھا ہی پس اِس کرامت سے تو لکھو کے والا اسم بامسمّٰی ہوجاتا اور لاکھوں انسان لکھو کے والا کی طرف رجوع کرتے سو خدا نے بموجب مثل پنجابی ایک دم میں لکھ توں ککھ کردیا اور حج کرنا بھی اُس کو مفید نہ ہوا۔ اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں ہی فوت ہوگیا کیونکہ خانہ کعبہ ظالم کو بچا نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ جو شخص میرے ذلیل کرنیکے ارادہ کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے آخر وہ اُسکو پکڑتا ہے یا اُسکے مقابل پر کسی اور رنگ میں میرے لئے نشان ظاہر کردیتا ہے اور دونوں باتوں میں سے ضرور ایک بات کردیتا ہے یا دونوں پہلوؤں سے اپنا نشانِ قدرت دکھلاتا ہے سو چونکہ عبدالرحمن محی الدین نے میرے ذلیل کرنے کیلئے تمام مسلمانانِ پنجاب کی طرف ایک عام سرکلر جاری کیا اور کہا یہ مفتری ہے کذاب ہے منافق ہے کافر ہے فرعون ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ ساتھ ہی یہ الہام بھی جڑ دیا کہ خدا اس کو تباہ کریگا ہلاک کریگا اس کی اولاد بھی مرجائے گی اور کوئی ان میں سے نہیں رہے گا، اِس لئے وہ اپنے غلو سے اِس لائق ہوگیا کہ خدا کا الہام اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ اس کی ذلّت ظاہر کرے۔ سو اِس سے زیادہ کیا ذلت ہوگی کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگیا۔ اگر میں اس کے الہام (کے) مطابق فرعون تھا تو چاہئے تھا کہ میں اسکے سامنے ہلاک ہوتا نہ کہ وہ اور نیز اسکے الہام میں یہ تھا کہ میں بےاولاد رہونگا خدا نے اُسکی موت کے بعد تین لڑکے مجھے اور دیئے پس اِس میں بھی اُس کی ذلت ہے کہ اُس کے الہام کے برخلاف ظہور میں آیا۔ (حقیقۃ الوحی رُوحانی خزائن جلد 22 صفحہ 369 تا 373)

اسکی بیوی نے کہا اس بددُعا کے بعد ہمارے گھر کا تختہ اُلٹ گیا، ہمارے پر رات پڑگئی

حاشیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا:

مباہلہ کا صرف یہی اثر نہیں کہ مولوی محی الدین صاحب اپنی اس دعا کے بعد کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ، خود مر گئے اور ایک لڑکا 18 برس کا مر گیا بلکہ میں نے بعض عورتوں کو اُنکے گھر میں بھیج کر دریافت کیا ہے کہ انکی بیوی خود اپنی زبان سے کہتی ہے کہ اس بددعا کے بعد اُنکے گھر کا تختہ اُلٹ گیا۔ مولوی محی الدین بہت جلد مکہ اور مدینہ کی راہ میں فوت ہوگئے اور اس قدر تنگی اور تکلیف دامنگیر ہوئی کہ اب صرف گداگری پر گزارہ ہے چند دیہات سے

باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

حضرت علاءؓ نے کہا: اے لوگو! ڈرو نہیں۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے نہیں آئے؟

کیا تم اللہ کے مددگار نہیں ہو؟...... تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ ہرگز ایسے لوگوں کو جس حال میں تم ہو کبھی نہیں چھوڑے گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24/جون 2022ء بمطابق 24/احسان 1401 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی باغیوں کے خلاف مہمات کا ذکر ہو رہا تھا۔

ساتویں مہم جو باغیوں کے خلاف تھی اسکے متعلق جو تفصیل ہے اس کے مطابق یہ مہم حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کی تھی جو مرتد باغیوں کے خلاف بھیجے گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کیلئے جھنڈا باندھا اور ان کو شام کے سرحدی علاقے حَمْقَتَیْن کی طرف بھیجا۔

(تاریخ الطبری، جلد2، صفحہ 257، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا تعارف یہ ہے کہ آپؓ کا نام خالد، کنیت ابوسعید تھی۔ آپؓ کے والد کا نام سعید بن عاص بن امیہ اور والدہ کا نام لُبَینہ بنت حباب تھا جو ام خالد کے نام سے مشہور تھیں۔

(اسد الغابہ، جلد2، صفحہ 124، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)(المستدرک علی الصحیحین لحاکم، جزء5، صفحہ 1896، حدیث 5081، مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز، الریاض 2000ء)

حضرت خالدؓ بہت ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ بعض کا بیان ہے کہ آپؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور آپؓ تیسرے یا چوتھے مسلمان تھے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ پانچویں مسلمان تھے۔ آپؓ سے پہلے ابھی تک صرف حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت خالدؓ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کا ذکر یہ ہے کہ آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں اور ان کا باپ انہیں اس میں گرانے کی کوشش کر رہا ہے اور آپؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو کمر سے پکڑے ہوئے ہیں کہ کہیں آپ آگ میں گر نہ جائیں۔ حضرت خالدؓ اس پر گھبرا کر بیدار ہوئے اور کہا اللہ کی قسم! یہ خواب سچا ہے۔ پھر آپؓ کی ملاقات حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہوئی تو آپؓ نے اپنا خواب حضرت ابوبکرؓ کو سنایا۔ ان سے ذکر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ تم سے بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں بچائے۔ یہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ان کی پیروی کر لو کیونکہ جب تم اسلام قبول کرتے ہوئے ان کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں آگ میں گرنے سے بچائے گا اور تمہارا باپ اس آگ میں پڑنے والا ہے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اَجْیَاد مقام پر تھے۔ اَجْیَاد بھی مکہ میں صفا پہاڑی سے متصل ایک مقام کا نام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں۔ حضرت خالدؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کس کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے اور یہ کہ تم ان پتھروں کی پوجا چھوڑ دو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ کے اسلام لانے پر بہت خوش ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد حضرت خالدؓ چھپ گئے۔ جب ان کے باپ کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو اس نے اپنے باقی بیٹوں کو جو اسلام نہیں لائے ہوئے تھے حضرت خالدؓ کی تلاش میں بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے آپؓ کو تلاش کیا اور انہیں اپنے باپ کے پاس لائے۔ ان کا باپ حضرت خالدؓ کو برا بھلا کہنے لگا اور مارنے لگا اور وہ سوٹا جو اس کے ہاتھ میں تھا اس کے ساتھ مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کے سر پر مار مار کر توڑ دیا اور کہنے لگا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کر لی ہے حالانکہ تم اس کی قوم کی اس کے ساتھ مخالفت کو دیکھ رہے ہو اور اس کو بھی جو وہ ان لوگوں کے معبودوں کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور ان لوگوں کے آباؤ اجداد کی برائیاں بھی۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر چکا ہوں۔ اس پر ان کا باپ سخت غصہ ہوا اور ان کو کہا کہ اے بیوقوف! میری نظروں سے دُور ہو جاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ میں تمہارا کھانا بند کر دوں گا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا کہ اگر آپ میرا کھانا بند کر دیں گے تو اللہ میرے زندہ رہنے کیلئے مجھے رزق عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آپؓ کے والد نے انہیں گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہہ دیا کہ ان میں سے کوئی اس سے بات نہیں کرے گا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنے لگے۔ عمومی طور پر اپنے باپ سے چھپ کر مکہ کے نواح میں رہتے تھے کہ کہیں دوبارہ نہ پکڑ لے اور پھر سختی نہ کرے۔

حضرت خالدؓ کا باپ مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم وستم کرنے والا تھا اور مکہ کے معززین میں سے تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو مرض کی شدت کی وجہ سے اس نے کہا کہ اگر اللہ نے مجھے اس بیماری سے شفا دے دی۔ پتا نہیں اللہ کہا تھا یا اپنے معبودوں کا نام لیا تھا۔ بہرحال اس نے کہا کہ اگر مجھے اس بیماری سے شفا ہو گئی تو پھر ابنِ اَبی کَبْشَہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت مکہ میں نہیں ہو گی۔ میں ایسی سختی کروں گا کہ یہاں سے سب مسلمانوں کو نکال دوں گا۔ جب حضرت خالدؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے باپ کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! اس کو شفا نہ دینا۔ چنانچہ وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی تو حضرت خالدؓ بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اُمَیمہ بنت خالد خُزَاعِیہ بھی تھی۔ حضرت خالدؓ کے ایک اَور بھائی حضرت عمرو بن سعید نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت خالدؓ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ غزوۂ خیبر میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ دیا۔ اس کے بعد عمرۃ القضاء، فتح مکہ، غزوۂ حنین، طائف اور تبوک وغیرہ سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ (اسد الغابہ، جلد2، صفحہ 124-125، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)(فرہنگ سیرت، صفحہ 30، زوار اکیڈمی کراچی)

آپؓ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس محرومی پر ہمیشہ متاسف رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم لوگ آپؐ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہوا اور تم کو دو ہجرتوں کا۔

(طبقات ابن سعد، جلد4، صفحہ 75، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت 2012ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیباچہ تفسیر القرآن میں جو کاتبین وحی کے نام بیان فرمائے ہیں ان میں حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا نام بھی ہے۔ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد20، صفحہ 425)

حضرت خالد بن سعیدؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپؓ اسی منصب پر رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آ گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم واپس کیوں آ گئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف سے کام نہیں کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت میں توقف کیا لیکن جب بنو ہاشم نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت خالدؓ نے بھی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر بعد میں حضرت ابوبکرؓ نے انہیں مختلف مواقع پر لشکروں کا امیر بنا کر بھیجا۔

حضرت خالدؓ جنگ مَرْجُ الصُّفَّر میں حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں شہید ہوئے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جنگ مَرْجُ الصُّفَّر چونکہ 14/ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے شروع میں ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ ملک شام میں جنگ اَجْنَادَیْن میں حضرت ابوبکرؓ کی وفات سے چوبیس دن پہلے شہید ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ، جلد2، صفحہ 125، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

تاریخِ طبری میں حضرت خالدؓ کی مرتدین کے خلاف مہم کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے: حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتدین کی سرکوبی کیلئے جھنڈے باندھے اور جنہیں منتخب کرنا تھا کر لیا تو ان میں سے ایک حضرت خالد بن سعیدؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو انہیں امیر مقرر کرنے سے منع کیا اور عرض کیا کہ آپؓ ان سے کوئی کام نہ لیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا اور حضرت خالدؓ کو تَیْمَاء میں امدادی دستہ پر متعین کر دیا۔ تَیْمَاء بھی شام اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے جب حضرت خالد بن سعیدؓ کو تَیْمَاء جانے کا حکم دیا تو فرمایا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اطراف کے لوگوں کو اپنے سے ملنے کی دعوت دینا اور صرف ان لوگوں کو قبول کرنا جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور کسی سے لڑائی نہ کرنا سوائے اس کے جو تم سے لڑائی کرے یہاں تک کہ میرے احکام پہنچ جائیں۔ حضرت خالدؓ نے تیماء میں قیام

کیا اور اطراف کی بہت سی جماعتیں ان سے آملیں۔ رومیوں کو مسلمانوں کے اس عظیم الشان لشکر کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے زیرِ اثر عربوں سے شام کی جنگ کیلئے فوجیں طلب کیں۔ حضرت خالدؓ نے رومیوں کی تیاری اور عرب قبائل کی آمد کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کو مطلع کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب لکھا کہ تم پیش قدمی کرو۔ ذرا مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔

حضرت خالدؓ یہ جواب ملتے ہی دشمن کی طرف بڑھے اور جب قریب پہنچے تو دشمن پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب اپنی جگہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور بھاگ گئے۔ حضرت خالدؓ دشمن کے مقام پر قابض ہو گئے۔ اکثر لوگ جو حضرت خالدؓ کے پاس جمع تھے مسلمان ہو گئے۔ اس کامیابی کی اطلاع حضرت خالدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے لکھا کہ تم آگے بڑھو مگر اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 331-332، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)
(فرہنگ سیرت، صفحہ 78، زوار اکیڈمی کراچی)

کتبِ تاریخ سے حضرت ابوبکرؓ کے دور میں مرتدین کے خلاف حضرت خالد بن سعیدؓ کی کارروائیوں کا صرف اتنا ہی ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں فتوحاتِ شام کے تذکرے میں ان کا کردار جو ہے وہ آئندہ بیان ہو جائے گا۔

آٹھویں مہم حضرت طُرَیفَہ بن حَاجِز کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت طُرَیفَہ بن حاجز کیلئے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ بنوسُلَیم اور بَنوھَوَازِن کا مقابلہ کریں۔
(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 257، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے قبیلہ بنوسلیم اور بنوھَوَازِن کے مقابلے کیلئے مَعْن بن حَاجِز کو بھیجا تھا۔ بہرحال علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں حضرت طُریفہ اور مَعن کے والد کا نام حاجز یعنی زاء کے ساتھ اور علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حاجر یعنی راء کے ساتھ لکھا ہے۔ (الکامل فی التاریخ، جلد 2، صفحہ 208، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (الاستیعاب، جلد 2، صفحہ 326، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2010ء)
(اسد الغابۃ، جلد 3، صفحہ 73، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت طُریفہ بن حاجز کو بنوسُلَیم کے ان عربوں پر جو اسلام پر قائم تھے والی بنایا تھا۔ یہ مخلص اور جوشیلے کارکن تھے۔ انہوں نے ایسی مؤثر تقریریں کیں کہ بنوسُلَیم کے بہت سے عرب ان سے آملے۔ (حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط، صفحہ 33)

ایک اَور روایت میں ہے۔ یہ روایت حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ بنوسلیم کی یہ حالت تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان میں سے بعض مرتد ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے اور ان کے بعض افراد اپنے قبیلے کے امیر مَعن بن حاجز یا بعض کے نزدیک ان کے بھائی طُریفہ بن حاجز کے ساتھ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ طُلَیحہ کے مقابلے کیلئے روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے مَعن کو لکھا کہ بنوسُلَیم میں سے جو لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں ان کو لے کر حضرت خالدؓ کے ساتھ جاؤ۔ حضرت معنؓ اپنی جگہ اپنے بھائی طُریفہ بن حاجز کو جانشین مقرر کر کے حضرت خالدؓ کے ساتھ نکل پڑے۔
(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 266، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ سے ہی ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ بنوسلیم کا ایک شخص حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا۔ اسے فُجَاءَہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام اِیَاس بن عبداللہ تھا۔ فُجَاءَہ کے لفظ میں اچانک کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ یہ شخص اچانک مسافروں اور بستیوں پر حملہ کر کے انہیں لُوٹ لیتا تھا اس لیے اس کا نام فجاءہ پڑ گیا تھا۔ بہرحال یہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ مَیں ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے کافروں میں سے ارتداد اختیار کر لیا ہے۔ آپؓ مجھے سواری عطا کیجیے اور میری مدد کیجیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو سواری دی اور اسلحہ دیا۔ ایک جگہ اس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کو دو گھوڑے یا دوسری روایت کے مطابق تیس اونٹ اور تیس سپاہیوں کے ہتھیار دیے اور دس مسلمان ہتھیاروں سے مسلّح ان کے ساتھ کر دیے۔ یہ شخص وہاں سے چلا اور جو مسلمان یا مرتد ان کے سامنے آتا ان کے اموال چھین لیتا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا۔ یہ ہر ایک کے ساتھ یہی کر رہا تھا۔ مسلمانوں کو بھی قتل کر دیتا تھا، شہید کر دیتا تھا۔ اس کے ہمراہ بنُوشَرِید کا ایک شخص بھی تھا جسے نَجَبَہ بن اَبُومَیْثَاء کہا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ فُجَاءَہ اپنے قبیلے کی طرف چلا اور راستے میں مرتد عربوں کو اپنے ساتھ ملاتا رہا۔

جب اس کی جمعیت بڑھ گئی تو اس نے پہلے اپنے مسلمان ساتھیوں کو قتل کیا اور ان کا سب مال لوٹ لیا۔ پھر اس نے غارت گری شروع کر دی۔

کبھی اِس قبیلے پر چھاپہ مارتا کبھی اُس قبیلے پر۔ مسلمانوں کی ایک پارٹی مدینہ جا رہی تھی ان کو لوٹ کر مار ڈالا۔ پہلے لُوٹا اور پھر قتل کر دیا، شہید کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت طُرَیفہ بن حاجز کو لکھا یا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ حکم دراصل معن کو بھیجا تھا۔ انہوں نے اپنے بھائی طُریفہ کو روانہ کیا تھا۔ بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے تحریر فرمایا کہ دشمنِ خدا فُجَاءَہ میرے پاس آیا اور وہ کہہ رہا تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس کو اسلام سے ارتداد اختیار کرنے والوں کے خلاف طاقت مہیا کروں۔ چنانچہ میں نے اس کو سواری دی اور اسلحہ دیا۔ اب مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ اللہ کا دشمن مسلمانوں اور مرتدین کے پاس گیا اور ان کے اموال لیتا رہا اور جو اس کی مخالفت کرتا اسے قتل کر دیتا۔ لہٰذا تم اپنے پاس موجود مسلمانوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور اسے قتل کر دو یا گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت طُرَیفہ کی مدد کیلئے حضرت عبداللہ بن قیسؓ کو بھی روانہ کیا۔ حضرت طُرَیفہ بن حاجزؓ اس کے مقابلے پر گئے۔ جب دونوں گروہوں کی آپس میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو پہلے صرف تیروں سے مقابلہ ہوا۔ ایک تیر نَجَبَہ بن ابو میثاء کو لگا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ فُجَاءَہ نے جو مسلمانوں کی شجاعت اور ثابت قدمی دیکھی تو اس نے حضرت طُرَیفہ سے کہا کہ اس کام کے تم مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ تم بھی حضرت ابوبکرؓ کے مقرر کردہ امیر ہو اور میں بھی ان کا مقرر کردہ امیر ہوں۔ بڑی چالاکی سے اس نے ان کو جنگ سے روکنے کی کوشش کی۔ حضرت طُرَیفہؓ نے اس سے کہا کہ اگر سچے ہو تو ہتھیار رکھ دو۔ مجھے تو حضرت ابوبکرؓ نے تمہیں پکڑنے کیلئے بھیجا ہے۔

ہتھیار رکھ دو اور میرے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے پاس چلو۔ وہیں فیصلہ ہو جائے گا کہ تم امیر ہو کہ نہیں۔

چنانچہ فُجَاءَہ حضرت طُرَیفہؓ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ جب دونوں حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت طُرَیفہؓ کو حکم دیا کہ اسے بقیع میں لے جاؤ اور آگ میں جلا ڈالو۔ یہ سلوک اس لیے اس سے کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا رہا تھا۔ حضرت طُرَیفہؓ اسے وہاں لے گئے انہوں نے آگ جلائی اور اس میں اسے پھینک دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ لڑائی کے دوران فجاءہ بھاگ گیا تو حضرت طُرَیفہؓ نے اس کا پیچھا کر کے اس کو قیدی بنا لیا اور ابوبکرؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کیلئے مدینہ میں ایک آگ کا بڑا الاؤ روشن کروایا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس میں پھینک دیا۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 266، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، صفحہ 33-34) (فتوح البلدان لبلاذری مترجم، صفحہ 152، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

نویں مہم جو تھی وہ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کی تھی جو مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کو دیا اور ان کو بحرین جانے کا حکم دیا۔
(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 257، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

بحرین یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھا اور اس میں موجودہ قطر اور امارت بحرین بھی جو جزیرہ ہے شامل تھے۔ یہ آجکل کا چھوٹا بحرین نہیں بلکہ بڑا وسیع علاقہ تھا۔ اس کا دار الحکومت دَارِیْن تھا۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں مُنْذِر بن سَاوِی حکمران تھے جو حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ ان دنوں بحرین یا سعودی عرب کو اَلْاُحْسَاء کہتے ہیں۔ (اٹلس سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صفحہ 68)

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کا تعارف یہ ہے کہ آپؓ کا نام عَلَاء تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عبداللہ تھا۔ آپ کا تعلق یمن کے علاقہ حَضْرَمَوت سے تھا۔ دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کا ایک بھائی عَمرو بن حَضْرَمی مشرکوں کا وہ پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا تھا اور اس کا مال پہلا مال تھا جو بطور خُمس اسلام میں آیا۔ جنگِ بدر کے بنیادی اور فوری اسباب میں بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سبب یہ قتل بھی تھا۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کا ایک بھائی عامر بن حضرمی بدر کے دن بحالتِ کفر مارا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے تو منذر بن ساوِی حاکمِ بحرین کے پاس خط لے جانے کی خدمت حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کے سپرد ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرما دیا۔

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ نے جب انہیں دعوتِ اسلام دی تو منذر بن ساوِی نے اسلام قبول کر لیا۔ مُنْذِر کو جب اسلام کا پیغام ملا تو اس کا جواب یہ تھا کہ میں نے اس امر کے سلسلہ میں غور و فکر کیا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے تو میں نے دیکھا کہ یہ دنیا کیلئے ہے۔ آخرت کیلئے نہیں ہے یعنی جو کچھ میرے پاس ہے یہ دنیاداری ہے۔ آخرت کی تو میں نے کوئی تیاری نہیں کی اور

مَیں نے جب تمہارے دین کے بارے میں غور و فکر کیا تو اسے دنیا و آخرت دونوں کیلئے مفید پایا۔ لہٰذا دین کو قبول کرنے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

اسلام کی سچائی کا مجھے یقین ہو گیا ہے۔ اس دین میں زندگی کی تمنا اور موت کی راحت ہے۔ کہنے لگا کہ کل مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا تھا جو اس کو قبول کرتے تھے اور آج ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اس کو ردّ کرتے ہیں۔ تعلیم کی خوبصورتی کا مجھے پتا لگا تو اب میری ترجیحات بدل گئی ہیں۔ کہنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی عظمت کا تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضرت عَلَاءؓ بحرین کے عامل رہے۔ بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی عہدے پر قائم رہے اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت میں انہیں اسی کام پر مقرر کیے رکھا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہو گئی۔

(اسد الغابہ، جلد 4، صفحہ 71، دار الکتب العلمیۃ 2016ء) (سیر الصحابہ، جلد 4، صفحہ 397-398) (سیدنا ابوبکر صدیقؓ، از ڈاکٹر علی محمد صلابی، اردو ترجمہ، صفحہ 339)

طبقات ابن سعد کے مطابق ایک دفعہ جب اہلِ بحرین نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معزول کر دیا اور حضرت اَبَان بن سعید بن عاصؓ کو والی بنا دیا۔ (طبقات ابن سعد، جلد 4، صفحہ 266، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب وہاں ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تو حضرت اَبَانؓ مدینہ واپس چلے آئے اور یہ عہدہ چھوڑ دیا اور جب حضرت ابوبکرؓ نے انہیں دوبارہ بحرین بھیجنا چاہا تو یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد اب کسی کا عامل نہ بنوں گا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے پھر حضرت علَاء بن حَضْرَمِیؓ کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا جس پر وہ اپنی وفات تک قائم رہے۔

حضرت علَاءؓ مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ ان کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ ان کی خوبیوں اور قبولیتِ دعا کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ مَیں ان سے بڑا متاثر ہوں۔ روایت میں بیان کرتے ہیں اور بہت سی باتوں کے علاوہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ مدینہ سے بحرین کے ارادے سے چلے کہ راستے میں پانی ختم ہوگیا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی تو کیا دیکھا کہ ریت کے نیچے سے ایک چشمہ پھوٹا اور ہم سب سیراب ہوئے۔

پھر حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں علَاءؓ کے ساتھ بحرین سے لشکر کے ہمراہ بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ ہم لوگ لَیَاس میں تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ لَیَاس بنوتمیم کے علاقے میں ایک گاؤں کا نام تھا۔ ہم ایسے مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر کیا جس نے ہم پر بارش برسائی۔ ہم نے انہیں غسل دیا اور اپنی تلواروں سے ان کیلئے قبر کھودی۔ ہم نے ان کیلئے لحد نہیں بنائی تھی۔ تب ہم واپس آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب واپس جا کے دیکھا کہ لحد بنائیں مگر ان کی قبر کا مقام نہیں پایا۔

(طبقات ابن سعد (مترجم) جلد 4، صفحہ 375، 377، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی) (الاعلام للزرکلی، جلد 4، صفحہ 245، مطبوعہ دار العلم 2002ء)

ان کی وفات کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات 14/ہجری میں اور بعض کے نزدیک 21/ہجری میں ہوئی تھی۔ (اسد الغابہ، جلد 4، صفحہ 71، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بحرین کے حالات کے بارے میں ذکر آتا ہے۔ بحرین شاہانِ حِیرَہ کی عمل داری میں تھا اور شاہانِ حِیرہ، کسریٰ بادشاہوں کے ماتحت تھے۔ حِیرہ اسلام سے پہلے شاہانِ عراق کی تخت گاہ تھی۔ بحرین کے ساحلی اور تجارتی شہروں میں مخلوط آبادی تھی۔ فارسی بھی تھے، عیسائی بھی تھے، یہودی بھی تھے، جاٹ بھی تھے اور عرب کی تجارت پر فارسیوں کا غلبہ تھا۔ ان علاقوں میں تاجروں کی ایک جماعت بھی مقیم تھی جو ہندوستان اور ایران سے آئے ہوئے تھے اور دریائے فرات کے دہانے سے عدن کے ساحلی علاقے تک کے درمیانی خطہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ان تاجروں نے یہاں کے مقامی باشندوں سے سلسلۂ ازدواج بھی قائم کرلیا تھا اور ان سے جو نسل پیدا ہوئی تھی اسے اَبْنَاء کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ، از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ، صفحہ 237) (فرہنگ سیرت، صفحہ 110، زوار اکیڈمی کراچی)

ساحلی شہروں کے عقب میں تین بڑے قبیلے اور ان کی بہت سی شاخیں آباد تھیں۔ ایک بَکْر بنِ وَائِل، دوسرا عبدالقَیس اور تیسرا رَبِیعہ۔ ان کے بہت سے خاندان عیسائی تھے۔ گھوڑے اونٹ اور بکریاں پالنا اور کھجوروں کے باغ لگانا ان کا خاص پیشہ تھا۔ ان قبائل کے ناظم الامور وہ مقامی لیڈر ہوا کرتے تھے جن کو حکومتِ حِیرہ کا اعتماد حاصل ہوتا تھا۔ ان میں ایک مُنذِر بن ساوٰی تھا وہ بحرین کے ضلع ھَجَر میں رہتا تھا اور ھَجَر کے آس پاس قبیلہ عبدالقَیس پر اُس کی حکومت تھی۔ (حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط، صفحہ 48، ندوۃ المصنفین دہلی)

قبیلہ عبدالقیس کے دو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک وفد پانچ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس میں تیرہ یا چودہ افراد شامل تھے اور قبیلہ عبدالقیس کا دوسرا وفد عامُ الوفود یعنی نو ہجری میں دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس میں جَارُود سمیت چالیس افراد شامل تھے۔ جَارُود نصرانی تھا جو یہاں آکر مسلمان ہوگیا۔ (اٹلس سیرت نبویؐ، صفحہ 438)

ایک قول کے مطابق اس وفد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے قبل ہی اسلام قبول کیا ہوا تھا۔ (زرقانی، جلد 5، صفحہ 141، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

ھَجَر کے فارسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے نہایت ناگواری سے جزیہ دینا منظور کرلیا تھا۔ بحرین کی باقی بستیاں اور شہر غیر مسلم رہے لیکن یہ لوگ جب بھی موقع ملتا وقتاً فوقتاً بغاوت کرتے رہتے تھے۔

(حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط، صفحہ 48، ندوۃ المصنفین دہلی) (ماخوذ از سیر الصحابہ، جلد 4، صفحہ 398)

مُنذِر بن ساوٰی کے اسلام قبول کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدستور بحرین کا حاکم مقرر کیے رکھا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے اپنی قوم کو بھی دینِ حق کی دعوت دینی شروع کی اور جَارُود بن مُعلّٰی کو دین کی تربیت حاصل کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ جَارُود نے مدینہ پہنچ کر اسلامی تعلیمات اور احکام سے واقفیت حاصل کی اور اپنی قوم میں واپس جا کر لوگوں کو دین کی تبلیغ کرنے اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کا کام شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یعنی گیارہ ہجری کے چند دن بعد مُنذِر کا انتقال ہوگیا۔ اس پر عرب اور غیر عرب سب نے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ قبیلہ عبدالقیس نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو وہ کبھی نہ مرتے اور سب مرتد ہو گئے۔ اس کی اطلاع حضرت جَارُودؓ کو ہوئی۔ حضرت جَارُودؓ اپنی قوم کے اشراف میں سے تھے، جو تربیت حاصل کرنے مدینہ گئے تھے اور ان میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور ایک اچھے خطیب تھے۔

(البدایۃ والنھایۃ، جلد 9، صفحہ 475-476، مطبوعہ دار ھجر)

حضرت جَارُودؓ نے اس بات پہ ان سب لوگوں کو جمع کیا جو مرتد ہو گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیوں ہوئی اور تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے عبدالقیس کے گروہ! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اگر تم اسے جانتے ہو تو مجھے بتا دینا اور اگر تمہیں اس کا علم نہیں تو نہ بتانا۔ انہوں نے کہا جو چاہو سوال کرو۔ حضرت جَارُودؓ نے کہا جانتے ہو کہ گذشتہ زمانے میں اللہ کے نبی دنیا میں آچکے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت جَارُودؓ نے کہا تمہیں ان کا علم ہے یا تم نے ان کو دیکھا بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن ہمیں اس کا صرف علم ہے۔ یہ لوگوں کا جواب تھا۔ حضرت جَارُودؓ نے کہا پھر انہیں کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ فوت ہو گئے۔ تو حضرت جَارُودؓ نے کہا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو گئے جس طرح وہ سب فوت ہو گئے اور مَیں اعلان کرتا ہوں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

ان کی قوم نے ان کی یہ تقریر سننے کے بعد، سوال جواب کے بعد کہا کہ ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی حقیقی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں اور ہم تم کو اپنا برگزیدہ اور اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح وہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے اور ارتداد کی وبا ان تک نہ پہنچی۔

(تاریخ طبری، جلد 2، صفحہ 285، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

باقی عرب اور غیر عرب سب نے مدینہ کا اقتدار ختم کرنے کیلئے کمرِ ہمت باندھ لی۔ ایرانی حکومت نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور بغاوت کی کمان ایک بڑے عرب لیڈر کو سونپ دی۔ ھَجَر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے اَبَان بن سعید بن عَاص بغاوت کے سیاہ بادل اٹھتے دیکھ کر مدینہ چلے آئے۔

(حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط، صفحہ 49، ندوۃ المصنفین دہلی)

بنوعبدالقیس گو بظاہر ان میں سے بعض لوگ اسلام لے آئے تھے لیکن بحرین کے دوسرے قبائل حُطَم بن ضُبَیْعَہ کے زیرِ سرکردگی بدستور حالت ارتداد پر قائم رہے اور انہوں نے بادشاہی کو دوبارہ آلِ منذر میں منتقل کر کے منذر بن نعمان کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ ایک روایت میں ہے کہ

جب انہوں نے مُنذِر بن نعمان کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا تو ان کے معززین اور سرداروں کی جماعت ایران کے بادشاہ کسریٰ کے پاس پہنچی۔ انہوں نے اسکے رُوبرو حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس نے ان کو اجازت دے دی اور وہ لوگ بادشاہوں کے شایانِ شان خیر سگالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہوئے۔ کسریٰ نے کہا! اے عرب کے گروہ! کون سی بات تمہیں یہاں لائی ہے؟ انہوں نے کہا اے بادشاہ! عرب کا وہ شخص فوت ہوگیا ہے جس کو قریش اور مضر کے جملہ قبائل معزز سمجھتے تھے۔ اس سے ان کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور پھر کہنے لگے کہ اس کے بعد ان کا جانشین ایک شخص کھڑا ہوا ہے جو کمزور بدن والا ضعیف الرائے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں انہوں نے یہ رائے دی اور اس کے عُمال اپنے ساتھیوں کی طرف بغرض راہنمائی واپس چلے گئے ہیں۔ آج بحرین کا علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ سوائے عبدالقیس کی چھوٹی سی جماعت کے کوئی بھی اب دین اسلام پر قائم نہیں ہے اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور ہمیں ان پر سواروں اور پیادوں کے لحاظ سے اکثریت حاصل ہے۔ آپ کسی آدمی کو بھیجیں جو اگر بحرین پر قبضہ کرنا چاہے تو کوئی اسے اس سے روک نہ سکے۔ اس پر کسریٰ نے ان سے کہا کہ تم کسے پسند کرتے ہو جسے میں تمہارے ساتھ بحرین روانہ کروں؟ انہوں نے کہا کہ جو بادشاہ سلامت پسند کریں۔ کسریٰ نے کہا کہ تم منذر بن نعمان بن منذر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اے بادشاہ! ہم اسی کو پسند کرتے ہیں اور ہم اس کے علاوہ کسی اَور کو نہیں چاہتے۔ پھر کسریٰ نے منذر بن نعمان کو بلایا اور وہ نوجوان تھا جس کی ابھی تازہ تازہ داڑھی نکلی تھی۔ بادشاہ نے اس کو خلعت سے نوازا اور تاج پہنایا اور ایک سو گھڑ سوار دیے اور مزید سات ہزار پیادے اور سوار دیے۔ اسے قبیلہ بکر بن وائل کے ہمراہ بحرین جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ابوضُبَیْعَہ حُطَم بن زید اس کا نام شُرَیْح بن ضُبَیْعَہ تھا یہ بنوقَیس بن ثَعْلَبَہ میں سے تھا اور حُطَم اس کا لقب تھا اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد پھر ارتداد اختیار کرلیا تھا اور ظَبْیَان بن عَمْرو اور مُسْمِع بن مالک بھی تھے۔ (کتاب الردۃ للواقدی، صفحہ 147 تا 149، دار الغرب الاسلامی 1990ء)

سب سے پہلے انہوں نے جَارُودؓ اور قبیلہ عبدالقیس کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اس پر حُطَم بن ضُبَیْعَہ نے طاقت کے زور سے انہیں زیر کرنا چاہا۔ اس نے قَطِیف اور ھَجَر میں مقیم غیر ملکی تاجروں اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس سے قبل اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ انہیں اپنے ساتھ ملا لیا۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل، صفحہ 238-239، اسلامی کتب خانہ لاہور)

عبدالقیس قبیلے کے لوگ اپنے سردار حضرت جَارُود بن مُعلّٰیؓ کے پاس چار ہزار کی تعداد میں اپنے حلیفوں اور اپنے غلاموں کے ہمراہ اکٹھے ہوئے اور قبیلہ بکر بن وائل اپنے نو ہزار ایرانیوں اور تین ہزار عربوں کے ساتھ ان کے قریب ہوئے۔

پھر فریقین کے درمیان شدید جنگ ہوئی اور قبیلہ بکر بن وائل کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ ان میں سے اور ایرانیوں میں سے بہت سے قتل ہوئے۔ پھر انہوں نے دوسری مرتبہ شدید قتال کیا۔ اس مرتبہ عبدالقیس کو بھاری

ارشاد باری تعالیٰ

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَہُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الْاَمْنُ وَہُمْ مُّہْتَدُوْنَ۝۸۳

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ذریعے مشکوک نہیں بنایا، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں امن نصیب ہوگا اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (الانعام: 83)

طالب دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے سے انتقام لیتے رہے اور ان کے درمیان کئی دنوں تک جنگ جاری رہی یہاں تک کہ بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور عبدالقیس قبیلے کے عوام نے بکر بن وائل سے امن کی درخواست کی۔ اس وقت عبدالقیس نے جان لیا کہ اب وہ بکر بن وائل کے خلاف کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ انہوں نے شکست کھائی یہاں تک کہ وہ ھَجَر کی سرزمین میں اپنے جُوَاثَا نامی قلعہ میں محصور ہو گئے۔ جُوَاثٰی/ جُوَاثَا جو ہے یہ بھی بحرین کی وہ بستی ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا تھا۔ چنانچہ بخاری میں ایک یہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں بحرین کی بستی جُوَاثٰہ میں ہوا تھا۔

بنو بکر بن وائل نے اپنے ایرانی لوگوں کے ساتھ پیش قدمی کی اور ان کے قلعہ تک پہنچ گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا اور خوراک ان سے روک لی۔ بنو بکر بن کلَاب کے ایک شخص عبداللہ بن عوف عبدی جس کا نام عبداللہ بن حَذَف بھی آتا ہے اس نے اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ اور اہالیانِ مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے جن میں اپنی بے بسی اور بے چارگی اور حوصلہ اور صبر کی کیفیت کا اظہار کیا۔

أَلَا أَبْلِغْ أَبَابَكْرٍ رَسُوْلًا
وَفِتْيَانَ الْمَدِيْنَةِ أَجْمَعِيْنَا
فَهَلْ لِيْ فِيْ شَبَابٍ مِنْكَ أَمْسَوْا[
جِيَاعًا فِيْ جَوَاثٰى مُحْصَرِيْنَا
كَأَنَّ دِمَاؤَهُمْ فِيْ كُلِّ فَجٍّ
شُعَاعُ الشَّمْسِ يَغْشَى النَّاظِرِيْنَا
تُحَاصِرُهُم بَنُوْ ذُهْلٍ وَ عِجْلٍ
وَ شَيْبَانَ وَ قَيْسٍ ظَالِمِيْنَا
يَقُوْدُهُمُ الْغُرُوْرُ بِغَيْرِ حَقٍّ
لِيَسْتَلِبَ الْعَقَائِلَ وَالْبَنِيْنَا
فَلَمَّا اشْتَدَّ حَصْرُهُمْ وَ طَالَتْ
أَكُفُّهُمْ بِمَا فِيْهِ بُلِيْنَا
تَوَكَّلْنَا عَلَى الرَّحْمٰنِ إِنَّا
وَجَدْنَا الْفَضْلَ لِلْمُتَوَكِّلِيْنَا
وَقُلْنَا قَدْ رَضِيْنَا اللهَ رَبًّا
وَ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا قَدْ رَضِيْنَا
وَقُلْنَا وَالْأُمُوْرُ لَهَا قَرَارٌ
وَ قَدْ سَفِهَتْ حُلُوْمُ بَنِيْ أَبِيْنَا
نُقَاتِلُكُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى
تَكُوْنُوْا أَوْ نَكُوْنَ الذَّاهِبِيْنَا
بِكُلِّ مُهَنَّدٍ عَضْبٍ حُسَامٍ
يَقُدُّ الْبِيْضَ وَالزُّرْدَ الدَّفِيْنَا]

یہ تھوڑی سی لمبی نظم ہے۔ بہرحال اس کا جو ترجمہ ہے وہ اس طرح ہے کہ اے سننے والے! ابوبکرؓ اور مدینہ کے سب جوانوں کو پیغام پہنچا دے۔ وہ نوجوان جنہوں نے جُوَاثٰی میں بھوک اور محاصرے کی حالت میں شام کی، کیا ان کے بارے میں مجھے آپ کی طرف سے مدد ملے گی؟ اور ہر راستے میں ان کے خون ایسے پڑے ہوئے ہیں کہ سورج کی کرنیں ہیں جو دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ بنو ذُھل اور عِجل اور شَیبان اور قَیس قبائل نے ظلم کرتے ہوئے ان سب کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ان کی قیادت غُرُور کر رہا ہے (غُرُور کا اصل نام مُنذِر بن نعمان بن منذر تھا) تاکہ ناحق وہ ہماری بیویاں اور اولاد چھین لے۔ جب ان کا محاصرہ شدت اور طوالت اختیار کر گیا تو انہوں نے ہم پر غلبہ پا لیا جس سے ہم آزمائش میں ڈالے گئے۔ ہم نے رحمان خدا پر توکل کر لیا کیونکہ ہم نے اس کا فضل توکل کرنے والوں کو ملتا ہوا دیکھا ہے۔ تو ہم نے کہا کہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس بات پر بھی راضی ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے اور ہم نے کہا معاملات سنبھل ہی جاتے ہیں اور ہمارے آباء کی اولادوں کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ ہم اسلام پر قائم رہتے ہوئے تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یا تم مارے جاؤ یا ہم۔ ہر اس تیز ہندی تلوار کے ساتھ جنگ کریں گے جو تیز کاٹ رکھنے والی اور خَود اور زرہ کو کاٹتی ہے۔

تو یہ پیغام نظم کی صورت میں ’’عبدی‘‘ نے بھجوایا۔

جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ شعر پڑھے تو عبدالقیس کی حالت کا علم ہونے پر آپؓ کو شدید غم پہنچا۔ آپؓ نے حضرت علَاء بن حَضْرَمیؓ کو طلب فرمایا اور لشکر کی کمان ان کے سپرد کی اور دو ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ بحرین کی طرف عبدالقیس کی مدد کیلئے روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمائی کہ عرب کے قبائل میں سے جس قبیلے کے پاس سے تم گزرو تو اسے بنو بکر بن وائل سے جنگ کی ترغیب دلانا کیونکہ وہ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے مقرر کردہ منذر بن نعمان بن منذر کے ساتھ آئے ہیں۔ انہوں نے یعنی اس بادشاہ نے اس کے سر پر تاج رکھا ہے اور اللہ کے نور کو مٹانے کا ارادہ کیا ہے اور اولیاء اللہ کو قتل کیا ہے۔ پس تم لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ۔ یعنی نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کی طاقت ہے مگر اللہ کے ذریعہ، پڑھتے ہوئے روانہ ہو جاؤ۔ (ماخوذ از کتاب الردۃ للواقدی، صفحہ 152-154، دار الغرب الاسلامی 1990ء) (صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب الجمعہ فی القریٰ و المدن، حدیث 892) (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 286، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت علَاء بن حَضْرَمیؓ روانہ ہو گئے جب وہ یمامہ کے قریب سے گزرے تو حضرت ثُمامہ بن اُثال بنو حَنِیفہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان سے آ ملے۔ حضرت اُثال ان سے آ ملے۔ ان کے علاوہ قَیس بن عاصم بھی اپنے قبیلہ بنو تمیم کے ساتھ حضرت علَاء بن حَضْرَمیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس سے پہلے قیس بن عاصم منکرینِ زکوٰۃ میں شامل تھے اور انہوں نے قبیلہ کی زکوٰۃ مدینہ بھیجنی بالکل بند کر دی تھی اور زکوٰۃ کا جمع شدہ مال لوگوں کو واپس کر دیا تھا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب یَمامہ میں بنو حنیفہ کو زیر کر لیا تو قَیس بن عاصم نے مسلمانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور اپنے قبیلے بنو تمیم سے زکوٰۃ اکٹھی کی اور حضرت علَاء بن حَضْرَمیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

(ماخوذ از حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل، صفحہ 239، اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت علَاءؓ کا لشکر دَھْنَا کے راستے بحرین کی طرف چلا۔ علَاءؓ اپنے لشکر کو دھنا کے راستے بحرین کی طرف لے کر چلے۔ دَھْنَا: یہ بھی دیارِ بنو تمیم میں بصرہ سے مکہ کے راستے میں ایک جگہ ہے۔ وہ کہتے ہیں جب ہم اس کے درمیان پہنچے تو انہوں نے ہمیں پڑاؤ کا حکم دیا۔ راوی نے کہا کہ رات کے اندھیرے میں اونٹ بے قابو ہو کر بھاگ گئے۔ ان میں سے کسی کے پاس نہ کوئی اونٹ رہا نہ توشہ نہ توشہ دان نہ خیمہ۔ سب کا سب اونٹوں پر ریگستان میں غائب ہو گیا یعنی اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ اونٹ چلے گئے تو کچھ بھی پاس نہیں رہا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب لوگ سواریوں سے اتر چکے تھے لیکن ابھی اپنا سامان نہ اتار سکے تھے۔ اس وقت وہ رنج و غم میں مبتلا ہوئے۔ سب اپنی زندگیوں سے مایوس ہو کر ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت علَاءؓ کے منادی نے سب کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ سب ان کے پاس جمع ہوئے۔ حضرت علَاءؓ نے کہا میں یہ کیا پریشانی اور اضطراب تم میں دیکھ رہا ہوں اور تم لوگ اس قدر فکرمند کیوں ہو۔ لوگوں نے کہا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر ہمیں موردِ الزام قرار دیا جائے۔ ہمارے اونٹ دوڑ گئے ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ اگر اسی طرح صبح ہو گئی تو ابھی آفتاب اچھی طرح طلوع بھی نہیں ہونے پائے گا کہ ہم سب ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ حضرت علَاءؓ نے کہا: اے لوگو! ڈرو نہیں۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے نہیں آئے؟ کیا تم اللہ کے مددگار نہیں ہو؟ سب نے کہا بے شک ہم ہیں۔ حضرت علَاءؓ نے کہا کہ تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ ہرگز ایسے لوگوں کو جس حال میں تم ہو کبھی نہیں چھوڑے گا۔

طلوعِ فجر کے ساتھ صبح کی نماز کی اذان ہوئی۔ حضرت علَاءؓ نے نماز پڑھائی۔ بعض لوگوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پانی نہیں تھا۔ بعض کا ابھی تک سابقہ وضو باقی تھا۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت علَاءؓ اپنے دونوں گھٹنوں کے بل دعا کیلئے بیٹھ گئے اور سب لوگ بھی اسی طرح دو زانو دعا کیلئے بیٹھ گئے اور آہ و زاری کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا میں لگ گئے۔ لوگوں نے بھی اسی طرح کیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ جب سورج کی تھوڑی سی روشنی مشرقی افق میں نمودار ہوئی تو حضرت علَاء صف کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے کہا کوئی ہے کہ جا کر خبر لائے کہ یہ روشنی کیا ہے؟ ایک شخص اس کام کیلئے گیا۔ اس نے واپس آ کر کہا کہ یہ روشنی محض سراب ہے۔ جہاں روشنی پڑی وہاں چمک پیدا ہو رہی تھی وہ پانی نہیں تھا بلکہ سراب ہے۔ حضرت علَاءؓ پھر دعا میں مصروف ہو

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جو شخص دین کے معاملے میں کوئی ایسی نئی رسم پیدا کرتا ہے
جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں تو وہ رسم مردود اور غیر مقبول ہے
(بخاری، کتاب الصلح)

طالبِ دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے
اور ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی بدلہ ملتا ہے
(بخاری، کتاب بدء الوحی)

طالبِ دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (صوبہ مہاراشٹرا)

گئے۔ دوسری مرتبہ پھر وہ روشنی نظر آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سراب ہے۔ تیسری مرتبہ پھر روشنی نمودار ہوئی۔ اس مرتبہ خبر دینے والے نے آ کر کہا کہ پانی ہے۔ حضرت علاءؓ کھڑے ہو گئے اور سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے اور پانی کے پاس پہنچے سب نے پانی پیا اور غسل کیا۔ وہاں کوئی چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔ ابھی دن نہیں چڑھا تھا کہ لوگوں کے اونٹ ہر سمت سے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ہر شخص نے اپنی سواری کو پکڑ لیا اور ان کے سامان میں سے کسی کی کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوئی۔

دعا کا یہ معجزہ وہاں ہوا کہ پانی بھی اللہ تعالیٰ نے نکال دیا۔ اونٹ بھی واپس آ گئے لوگوں نے ان کو بھی پانی پلایا۔ پھر دوسری مرتبہ خوب سیر ہو کر پانی پیا اور ان جانوروں کو بھی پلایا اور اپنے ساتھ پانی کا ذخیرہ بھی لے لیا اور پھر خوب آرام کیا۔

مِنْجَابُ بن راشِد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ میرے ساتھ تھے۔ جب ہم اس مقام سے ذرا دُور نکل گئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس پانی کے مقام سے واقف ہو؟ میں نے کہا کہ میں دیگر تمام عربوں کے مقابلے میں اس علاقے کے چپے چپے سے زیادہ واقف ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ تم پھر مجھے اس جگہ لے چلو۔ میں نے اونٹ کو موڑا اور ٹھیک اسی پانی والے مقام پر ان کو لے آیا۔ وہاں آ کر دیکھا کہ نہ کوئی پانی کا حوض ہے، نہ پانی کا کوئی نشان ہے۔ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا۔ بخدا! اگرچہ یہاں مجھے کوئی حوض نظر نہیں آ رہا تب بھی میں ضرور یہی کہوں گا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے ہم نے پانی لیا ہے۔ مگر آج سے پہلے کبھی میں نے اس مقام پر صاف اور شیریں پانی نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ اس وقت بھی پانی سے برتن لبریز تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اے ابوسَہْم! بخدا یہی وہ مقام ہے۔ اس لیے مَیں یہاں آیا ہوں اور تم کو لے کر آیا ہوں۔ میں نے اپنے برتن پانی سے بھرے تھے اور ان کو اس حوض کے کنارے رکھ دیا تھا۔ میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کا معجزہ اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ رحمت ہے تو میں معلوم کر لوں گا اور اگر یہ محض بارش کا پانی ہے تو اسے بھی معلوم کر لوں گا۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ واقعۃً اللہ کا ایک معجزہ تھا جو اس نے ہمیں بچانے کیلئے ظاہر کیا تھا۔ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ نے اللہ کی حمد کی۔ وہاں سے پلٹ کر پھر ہم اپنے راستے چلے اور ھَجَر آ کر پڑاؤ کیا۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 286 تا 288، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 123 زوار اکیڈیمی کراچی)

حضرت علاءؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو ایک خط لکھا تھا جو یہ ہے کہ امّا بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے وادیٔ دَھْنَا میں پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپؓ نے یہ خط لکھا حالانکہ وہاں چشمہ کے کوئی آثار نہ تھے اور سخت تکلیف اور پریشانی کے بعد ہم کو اپنا ایک معجزہ دکھایا۔ حضرت علاءؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خط لکھا۔ اور پریشانی کے بعد ہم کو اپنا ایک معجزہ دکھایا جو ہم سب کیلئے نصیحت کا باعث ہے اور یہ اس لیے کہ اسکی حمد وثنا کریں۔ لہٰذا اللہ کی جناب میں دعا مانگیے اور اس کے دین کے مددگاروں کیلئے نصرت طلب کیجیے۔ حضرت علاءؓ پانی ملنے کے بعد، واقعہ ہونے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو یہ رپورٹ بھجوا رہے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اس سے دعا مانگی اور کہا کہ عرب ہمیشہ سے وادیٔ دَھْنَا کے متعلق یہ بات بیان کرتے آئے ہیں کہ حضرت لقمان سے جب اس وادی کیلئے پوچھا گیا کہ آیا پانی کیلئے اسے کھودا جائے یا نہیں تو انہوں نے اسے کھودنے کی ممانعت کی اور کہا کہ یہاں کبھی پانی نہیں نکلے گا تو اس وجہ سے اس وادی میں چشمہ کا جاری ہو جانا اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے جس کا حال ہم نے پہلے کسی قوم میں نہیں سنا تھا۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 290، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

تو اس طرح کے معجزات بھی صحابہؓ کے ساتھ ہوتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر مہمات پر نکلتے تھے۔ بہرحال اس کا بقایا حصہ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اس بات کو خوب غور سے یاد رکھو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نبوت کا شرف پہلے سے حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ پھر آئیں اور اپنی نبوت کو کھو دیں۔

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 114)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ متقیوں کی بھی بعض دُعا قبول نہیں ہوتی، نہیں اُنکی تو ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی کمزوری اور نادانی کیوجہ سے کوئی ایسی دعا کر بیٹھیں جو ان کیلئے عمدہ نتائج پیدا کرنیوالی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلہ میں اُنکو وہ چیز عطا کرتا ہے، جو اُنکی شے مطلوبہ کا نعم البدل ہو۔ (ملفوظات 1 صفحہ 378)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 5 مئی 2022ء بروز جمعرات دوپہر 12 بجے اسلام آباد، ٹلفورڈ میں اپنے دفتر کے باہر تشریف لا کر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

☆مکرم ماسٹر چودھری فضل کریم صاحب (روہمپٹن۔ یوکے)

30/اپریل 2022ء کو 89 سال کی عُمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ مکرم میاں اللہ دتہ کھرل صاحب آف کورٹ رحمت ضلع شیخوپورہ کے بیٹے تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے ٹیچر تھے۔ ملازمت کے دوران آپ کو احمدی ہونے کی وجہ سے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ سکول میں ہیڈ ماسٹر نے آپ کے سپرد تنخواہیں دینے کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی۔ 1974ء میں جب احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تو بعض ٹیچرز نے ان سے تنخواہ لینے سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ ان کو ٹرانسفر کیا جائے۔ لیکن ہیڈ ماسٹر نے مرحوم کی دیانتداری کے پیش نظر تمام ٹیچرز کو کہا کہ میں ان کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ تنخواہ انہی کے ہاتھ سے ملے گی۔ اگر کسی کو تکلیف ہے تو اپنا تبادلہ کروالے۔ آپ نے ضلع شیخوپورہ میں اور 1993ء میں ربوہ شفٹ ہونے کے بعد فیکٹری ایریا میں مختلف جماعتی اور تنظیمی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم بہت دیندار، صوم وصلوٰۃ کے پابند، لوگوں کے ساتھ انتہائی پیار ومحبت سے پیش آنے والے، خوش گفتار اور خلافت کے ساتھ اخلاص ووفا کا تعلق رکھنے والے ایک نیک انسان تھے۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں اور کثیر تعداد میں پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ آپ کے پانچوں بیٹے کسی نہ کسی رنگ میں جماعتی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم بشارت احمد صاحب ابن مکرم بشیر احمد صاحب (بہاولپور شہر)

یکم اپریل 2021ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم جماعت بہاولپور کے بہت فعال ممبر اور پورے ضلع میں اپنے اخلاق کی وجہ سے بہت ہردلعزیز تھے۔ بہاولپور میں ضلعی سطح پر جنرل سیکرٹری کے علاوہ مختلف جماعتی عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ زعیم اعلیٰ انصاراللہ بہاولپور شہر بھی رہے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، دعا گو اور بہت خوش مزاج انسان تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت بڑی باقاعدگی اور اونچی آواز سے کرتے تھے۔ خلافت کے ساتھ انتہائی عقیدت اور اخلاص کا تعلق تھا مرحوم موصی تھے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹیاں شامل ہیں۔

(2) مکرم محمد حنیف صاحب (جرمنی)

10/اپریل 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم بہت شفیق، غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنے والے اور رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آنیوالے ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ واقفین زندگی اور عہدیداروں کا بہت احترام کرتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔

(3) مکرم خالد حسین زبیر صاحب (کینیڈا)

مارچ 2022ء میں 80 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم محترم ڈاکٹر محمد زبیر لکھنوی صاحب (کراچی) کے بیٹے اور محترم ڈاکٹر محمد عمر صاحب لکھنوی کے بھتیجے تھے۔ بہت مخلص خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خود بھی بہت مخلص اور خلافت کے ساتھ گہرا عقیدت کا تعلق رکھنے والے ایک نیک انسان تھے۔ جماعتی اور تنظیمی پروگراموں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے تھے۔

(4) مکرمہ چودھری امۃ الحفیظ سرویا صاحبہ اہلیہ مکرم چودھری بشیر احمد سرویا صاحب (کیلگری، کینیڈا)

5/اپریل 2022ء کو 86 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، بہت نیک اور باوفا خاتون تھیں۔ خلافت کے ساتھ انتہائی عقیدت اور اخلاص کا تعلق تھا۔ اپنے چندے ہمیشہ بروقت ادا کرتی تھیں۔ ربوہ میں اپنے محلہ کی نائب صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔

(5) مکرم مشتاق احمد صاحب ابن مکرم محمد فاضل صاحب (ربوہ)

17/ستمبر 2021ء کو 54 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، اچھے اخلاق کے مالک، ایک شریف النفس اور مخلص انسان تھے۔ 2013ء سے 2021ء تک دفتر جائیداد میں سٹور کیپر کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔

(6) مکرم مبشر احمد ورک صاحب ابن مکرم مبارک احمد ورک صاحب (ضلع شیخوپورہ حال کینیڈا)

6/مارچ 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم نے ساری زندگی درویشی کے ساتھ گزاری اور بہت سادہ مزاج انسان تھے پسماندگان میں چار بیٹیاں اور چار بیٹے شامل ہیں۔

(7) عزیزہ رہنما ترنم اُجالا بنت مکرم جسیم الدین صاحب (نارائن گنج، بنگلہ دیش)

18/اپریل 2022ء کو 20 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحومہ تحریک وقف نو میں شامل ایک مخلص اور فدائی بچی تھی۔ تقریباً اڑھائی سال سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھیں۔ علالت کا یہ طویل عرصہ بڑے صبر اور حوصلہ سے گزارا۔ نمازوں اور چندوں میں باقاعدہ تھیں اور جماعتی اجلاسات میں بھی بڑی باقاعدگی سے شرکت کرتی تھیں۔ وقف نو کی ہفتہ وار کلاسوں میں بڑے شوق سے حصہ لیتی تھیں۔ آپ کی تلاوت اور نظم میں بہت خوش الحانی تھی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بہنیں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

خطبہ جمعہ

اللہ نے تمہارے لیے شیاطین کے گروہوں کو جمع کر دیا ہے اور جنگ کو سمندر میں دھکیل دیا ہے، وہ پہلے خشکی میں تمہیں اپنے نشانات دکھا چکا ہے تا کہ ان نشانات کے ذریعہ سمندر میں بھی تم سبق سیکھو، اپنے دشمن کی طرف چلو، سمندر کو چیرتے ہوئے اس کی طرف پیش قدمی کرو کیونکہ اللہ نے انہیں تمہارے لیے اکٹھا کیا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دَورِ خلافت میں باغیوں اور مرتدین کے خلاف ہونے والی نویں اور دسویں مہم کا تفصیلی تذکرہ

حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے وقت سمندر پھٹنے کے معجزہ کے بارہ میں تفصیلی بیان

بحرین اور یمن کے علاقوں میں مسلمانوں کے لشکروں کی باغیوں اور مرتدین کے خلاف حاصل ہونے والی شاندار فتوحات کا ذکر

مکرم Dicko زکریا صاحب شہید اور مکرم Dicko موسیٰ صاحب شہید آف برکینا فاسو، مکرم محمد یوسف بلوچ صاحب آف بستی صادق پور عمر کوٹ عزیزہ مبارزہ فاروق (واقفۂ نَو) ربوہ اور مکرم آنزومانا واترا (Aanzumana Ouattara) صاحب (معلم سلسلہ آئیوری کوسٹ) کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ یکم/جولائی 2022ء بمطابق یکم/وفا 1401 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مرتدین اور باغیوں کے خلاف مہمات کا ذکر ہو رہا تھا، اس سلسلہ میں نویں مہم کا ذکر تھا جو بحرین کی تھی۔ اس ضمن میں مزید تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے جو حضرت علاء بن حَضْرَمیؓ کی حُطَم پر فوج کشی کے بارے میں ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت علاءؓ نے حضرت جارُودؓ کو حکم بھیجا کہ تم قبیلہ عبدالقیس کو لے کر حُطَم کے مقابلے کیلئے ھَجَر سے ملحق علاقے میں جا کر پڑاؤ کرو اور حضرت علاءؓ اپنی فوج کے ساتھ حُطَم کے مقابلے پر اس علاقے میں آئے۔ اہلِ دَارِیْن کے علاوہ تمام مشرکین حُطَم کے پاس جمع ہو گئے۔ اس طرح تمام مسلمان حضرت علاء بن حَضْرَمیؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ دونوں نے اپنے اپنے آگے خندق کھود لی۔ وہ روزانہ اپنی خندق عبور کر کے دشمن پر حملہ کرتے اور لڑائی کے بعد پھر خندق کے پیچھے ہٹ آتے۔ ایک مہینے تک جنگ کی یہی کیفیت رہی۔ اسی اثنا میں ایک رات مسلمانوں کو دشمن کے پڑاؤ سے زبردست شور و غوغا سنائی دیا۔ حضرت علاءؓ نے کہا کوئی ہے جو دشمن کی اصل حالت کی خبر لائے؟ حضرت عبداللہ بن حَذَفؓ نے کہا مَیں اس کام کیلئے جاتا ہوں اور انہوں نے واپس آ کر یہ اطلاع دی کہ ہمارا حریف نشہ میں مدہوش ہے اور نشہ میں دھت واہی تباہی بک رہا ہے۔ یہ سارا شور اس کا ہے۔

جب یہ سنا تو مسلمانوں نے فوراً دشمن پر حملہ کر دیا اور اس کے پڑاؤ میں گھس کر ان کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارنا شروع کیا۔ وہ اپنی خندق کی طرف بھاگ گئے۔ کئی اس میں گر کر ہلاک ہو گئے، کئی بچ گئے۔ کئی خوفزدہ ہو گئے۔ بعض قتل کر دیے گئے یا گرفتار کر لیے گئے۔ مسلمانوں نے ان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ جو شخص بچ کر بھاگ سکا وہ صرف اس چیز کو لے جا سکا جو اس کے جسم پر تھی۔ البتہ اَبْجَرْ جان بچا کر بھاگ گیا۔ حُطَم کی خوف و دہشت سے یہ کیفیت تھی کہ گویا اس کے جسم میں جان ہی نہیں۔ وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا جبکہ مسلمان مشرکین کے وسط میں آ چکے تھے۔ اپنی بدحواسی میں حُطَم خود مسلمانوں میں سے فرار ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کیلئے جانے لگا۔ جیسے ہی اس نے رکاب میں پاؤں رکھا رکاب ٹوٹ گئی۔ حضرت قَیس بن عاصمؓ نے اس کو واصل جہنم کیا۔ مشرکین کی قیام گاہ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان ان کی خندق سے نکل کر ان کے تعاقب میں چلے۔ حضرت قَیس بن عاصمؓ اَبْجَرْ کے قریب پہنچ گئے مگر اَبْجَرْ کا گھوڑا حضرت قَیسؓ کے گھوڑے سے زیادہ طاقتور تھا۔ ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں میری گرفت سے نکل نہ جائے۔ انہوں نے اَبْجَرْ کے گھوڑے کی پیٹھ پر نیزہ مارا جس سے گھوڑا زخمی ہو گیا۔ بہرحال لکھا ہے کہ اَبْجَرْ بھاگ گیا، ان کے قابو نہیں آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت قَیس بن عاصِمؓ نے اَبْجَرْ کے سر پر ضرب لگائی جو اس کے خَود کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ اس کے بعد حضرت قَیسؓ نے دوبارہ ایسا وار کیا کہ وہ لہولہان ہو گیا۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 288-289، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (الکامل فی التاریخ، جلد 2، صفحہ 227، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء) (کتاب الردۃ للواقدی، صفحہ 163، دار الغرب الاسلامی 1990ء)

صبح کو حضرت علاءؓ نے مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا اور ایسے لوگوں کو جنہوں نے خاص طور سے جنگ میں بہادری دکھائی تھی مرنے والے سرداروں کے قیمتی کپڑے بھی دیے۔ ان میں حضرت عَفِیف بن مُنْذِرؓ، حضرت قَیس بن عاصمؓ اور حضرت ثُمَامَہ بن اُثَالؓ کو کپڑے دیے گئے۔ حضرت ثُمَامَہؓ کو جو کپڑے دیے گئے ان میں حُطَم کا ایک سیاہ رنگ کا قیمتی منقش چوغہ تھا جس کو پہن کر وہ بڑے فخر و غرور سے چلا کرتا تھا۔

(طبری، جلد 2، صفحہ 289، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

اس مہم کی کامیابی کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو دی گئی۔ حضرت علاءؓ نے اپنے ایک خط میں حضرت ابوبکرؓ کو خندق والوں کی شکست اور حُطَم کے قتل کی اطلاع دی جس کو زید اور معمر نے قتل کیا تھا اور اس میں لکھا کہ اَمَّا بَعْد! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے دشمن کی عقلوں کو سلب کر لیا۔ ان کی قوتوں کو اس شراب کے ذریعہ جس کو انہوں نے دن کے وقت پیا تھا ختم کر دیا۔ ہم خندق عبور کر کے ان میں گھس گئے۔ ہم نے انہیں مدہوش پایا۔ سوائے چند ایک کے باقی سب کو ہم نے قتل کر دیا۔ اللہ نے حُطَم کا کام بھی تمام کر دیا۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 290-291، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

ھَجَر اور اس کے مضافات پر حضرت علاءؓ کا قبضہ ہو گیا لیکن بہت سے مقامی فارسی نئی حکومت کے مخالف رہے۔ وہ اکثر یہ خبر پھیلا کر لوگوں میں ہراس پیدا کرتے کہ بس کوئی دم جاتا ہے کہ ھَجَر میں حکومتِ مدینہ کی بساط الٹ جائے گی۔ مَفْرُوق شَیْبَانِی اپنی قوم تَغْلِب اور نَمِر کی فوجیں لیے چلا آ رہا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ باتیں معلوم ہوئیں تو انہوں نے حضرت علاءؓ کو لکھا کہ اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو جائے کہ بنو شَیبان بن ثَعلبہ جس کا لیڈر مفروق تھا تم پر حملہ کرنے والے ہیں اور شرپسند عناصر یہ خبر مشہور کر رہے ہیں تو ان کی سرکوبی کیلئے فوج روانہ کرنا اور ان لوگوں کو روند ڈالنا اور ان کے عقب والے قبائل کو ایسا خوفزدہ کرنا کہ انہیں کبھی سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو۔ (حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط، صفحہ 49، ادارہ اسلامیات لاہور) (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 291، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

مرتدین دَارِیْن میں جمع ہو گئے۔

اس کے بارے میں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دَارِیْن کی جنگ کو حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں بیان کیا جاتا ہے لیکن بعض مؤرخین دَارِیْن کی جنگ کو حضرت عمرؓ کے دور میں لکھتے ہیں۔ بہرحال مرتدین کا اجتماع یہاں ہوا۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 285، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (فتوح البلدان، صفحہ 117، مؤسسۃ المعاف بیروت 1987ء)

دَارِیْن خلیج فارس کا ایک جزیرہ تھا جو بحرین کے بالمقابل چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں پہلے سے عیسائی خاندان آباد تھے۔ حضرت علاءؓ سے شکست کھانے کے بعد بچ جانے والے شکست خوردہ باغیوں کا ایک بڑا حصہ کشتیوں میں بیٹھ کر دَارِیْن چلا گیا اور دوسرے لوگ اپنے اپنے قبائل کے علاقوں میں پلٹ گئے۔ حضرت علاء بن حَضْرَمیؓ نے قبیلہ بکر بن وَائِل کے اُن لوگوں کو جو اسلام پر قائم تھے لکھا کہ ان کا مقابلہ کریں۔ نیز حضرت عُتَیْبَہ بن نَہَّاسؓ اور حضرت عامِر بن عبدُ الاَسْوَدؓ کو حکم بھیجا کہ تم وہیں پر رہو جہاں پر تم ہو اور ہر راستے پر مرتدین کے مقابلے کیلئے پہرے بٹھا دو۔ نیز انہوں نے حضرت مِسْمَعؓ کو حکم دیا کہ وہ خود بڑھ کر مرتدین کا مقابلہ کریں اور انہوں نے حضرت خَصَفَہ تَیمیؓ اور حضرت مُثَنّٰی بن حارِثَہ شَیْبَانِیؓ کو حکم دیا کہ وہ بھی ان مرتدین کا مقابلہ کریں۔ بحرین میں فتنۂ ارتداد کی آگ بجھانے میں مثنّٰی بن حارثہ نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی فوج کے ساتھ حضرت علاء بن حَضْرَمیؓ کا ساتھ دیا اور بحرین سے شمال کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے قَطِیف اور ھَجَر پر قبضہ کیا۔ اپنے اس مشن میں لگے رہے یہاں تک کہ فارسی فوج اور ان کے عُمّال پر غالب آئے جنہوں نے بحرین کے مرتدین کی مدد کی تھی۔ مرتدین سے قتال کے لیے ان علاقوں میں جو اسلام پر ثابت قدم رہے تھے انہیں لے کر حضرت علاء بن حَضْرَمیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ساحل کے ساتھ شمال کی طرف بڑھتے رہے اور جس وقت

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مُثنّٰی بن حارِثہ شَیبانیؓ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت قیس بن عاصمؓ نے کہا کہ یہ کوئی غیر معروف، مجہول النسب اور غیر شریف انسان نہیں۔ وہ تو مُثنّٰی بن حارِثہ شَیبانی ہیں۔ چنانچہ حضرت مُثنّٰی بن حارِثہ شَیبانیؓ مرتدین کے روکنے کیلئے راستوں کے ناکوں پر کھڑے ہوئے اور مرتدین میں سے بعض نے توبہ کی اور اسلام لے آئے جسے تسلیم کیا گیا۔ اور بعض نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا اور ارتداد پر اصرار کیا۔ ان کو ان کے علاقے میں جانے سے روک دیا گیا۔ اس لیے وہ پھر اسی رستے پر پلٹے جہاں سے وہ آئے تھے یہاں تک کہ وہ بھی کشتیوں کے ذریعہ دارِین پہنچ گئے۔ اس طرح اللہ نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت علاءؓ ابھی تک مشرکین کے لشکر میں ہی مقیم تھے کہ ان کے پاس بکر بن وائل جن کو انہوں نے خط لکھے تھے، کے خطوط کے جواب موصول ہو گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ اللہ کے حکم پر عمل کریں گے اور اس کے دین کی حمایت کریں گے۔ جب حضرت علاءؓ کو ان لوگوں کے بارے میں حسبِ مراد خبر مل گئی یعنی کہ وہ مسلمان ہیں اور بغاوت نہیں کر رہے اور لڑائی نہیں کریں گے اور ان کو یقین ہو گیا کہ ان کے جانے کے بعد پیچھے اہل بحرین میں سے کسی کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا تو انہوں نے کہا کہ اب تمام مسلمانوں کو دارِین کی طرف چلنا چاہیے اور ان کو دارِین پر پیش قدمی کی دعوت دی۔

یہ واقعہ جس کی تفصیل آگے آئے گی، اس واقعہ کو جس طرح بیان کیا گیا ہے وہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ کس طرح انہوں نے سمندر کو عبور کیا۔ اس کے بیان میں ہو سکتا ہے کچھ حد تک صداقت بھی ہو اور کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہو۔ بہرحال اگر اس میں کچھ صداقت ہے تو اس کی وضاحت کیا ہے؟ اس کی وضاحت آخر میں بیان کروں گا۔ بہرحال بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس کشتیاں وغیرہ نہیں تھیں جن پر سوار ہو کر وہ جزیرے تک پہنچتے۔ یہ دیکھ کر حضرت علاء بن حضرمیؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے تقریر کی جس میں کہا کہ اللہ نے تمہارے لیے شیاطین کے گروہوں کو جمع کر دیا ہے اور جنگ کو سمندر میں دھکیل دیا ہے۔ وہ پہلے خشکی میں تمہیں اپنے نشانات دکھا چکا ہے تاکہ ان نشانات کے ذریعہ سمندر میں بھی تم سبق سیکھو۔ اپنے دشمن کی طرف چلو۔ سمندر کو چیرتے ہوئے اس کی طرف پیش قدمی کرو کیونکہ اللہ نے انہیں تمہارے لیے اکٹھا کیا ہے۔

ان سب نے جواب دیا کہ بخدا! ہم ایسا ہی کریں گے اور وادیٔ دَھْنا کا معجزہ دیکھنے کے بعد ہم جب تک زندہ ہیں ان لوگوں سے نہیں ڈریں گے۔ طبری میں یہ روایت لکھی ہوئی ہے۔ وہ معجزہ پہلے بیان ہو چکا ہے جس میں مسلمانوں کے بھاگے ہوئے اونٹ بھی واپس آ گئے تھے اور پانی کا چشمہ بھی جاری ہوا تھا۔ اس کے بارے میں انہوں نے حوالہ دیا کہ وہ معجزہ ہم دیکھ چکے ہیں تو سمندر کے پانی پہ بھی ہم چلنے کا معجزہ دیکھ لیں گے۔ حضرت علاءؓ اور تمام مسلمان اس مقام سے چل کر سمندر کے کنارے آئے۔ حضرت علاءؓ اور آپؓ کے ساتھی خدا کے حضور یہ دعا کر رہے تھے کہ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا كَرِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ يَا حَيُّ يَا مُحْيِيَ الْمَوْتِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ يَارَبَّنَا۔ اے رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اے کریم! اے بہت ہی بُردبار! اے وہ جو اکیلا ہے! اے بے نیاز! اے وہ جو زندہ ہے جو دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے اور اے مُردوں کو زندہ کرنے والے! اے وہ جو زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے! اے وہ جو قائم ہے اور دوسروں کو قائم کرنے والا ہے! اے ہمارے ربّ! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

بہرحال بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علاءؓ نے لشکر کے تمام افراد کو کہا کہ یہ دعا کرتے ہوئے سمندر میں اپنی سواریاں ڈال دیں۔ چنانچہ تمام مسلمان اپنے سپہ سالار حضرت علاء بن حضرمیؓ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے پیچھے اپنے گھوڑوں، گدھوں، اونٹوں اور اپنے خچروں پر سوار ہوئے اور انہیں سمندر میں ڈال دیا اور پھر اللہ کی قدرت! اس خلیج کو بغیر کسی نقصان کے عبور کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نرم ریت جس پر پانی چھڑکا گیا ہے اس پر چل رہے ہیں کہ اونٹوں کے پاؤں تک نہ ڈوبے اور سمندر میں مسلمانوں کی کوئی چیز غائب نہ ہوئی۔ ایک چھوٹی سی گٹھڑی کے غائب ہونے کا ذکر ہے۔ اس کو بھی حضرت علاءؓ اٹھا لائے تھے۔ بہرحال ساحل سے دارِین تک کا سفر بیان کیا جاتا ہے کہ کشتیوں کے ذریعہ ایک دن اور ایک رات میں طے ہوتا تھا لیکن اس قافلے نے ایک ہی دن کے بہت ہی تھوڑے وقت میں یہ فاصلہ طے کر لیا۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 289، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی، صفحہ 344-345، مکتبہ الفرقان ضلع مظفرگڑھ پاکستان) (حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل، صفحہ 241-242، اسلامی کتب خانہ لاہور)

تاریخ طبری میں اس طرح اس کی یہ تفسیر بیان کی گئی لیکن موجودہ زمانے کے بعض مصنف سمندر عبور کرنے کے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس وقت خلیج فارس میں جزر آیا ہو یا روایات میں مبالغہ ہو اور درحقیقت مسلمانوں کو مقامی باشندوں کے ذریعہ سے کشتیاں دستیاب ہو گئی ہوں جن پر سوار ہو کر انہوں نے سمندر عبور کیا ہو۔ لیکن بہرحال روایت میں اس تفصیل کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ مختلف لوگوں نے یہ روایت لکھی ہے۔ انہوں نے عبور کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان دارِین پہنچ گئے تھے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ، صفحہ 242، اسلامی کتب خانہ لاہور) کس طرح پہنچے اللہ بہتر جانتا ہے۔ باقی رہا معجزات کے بارے میں تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایک تفسیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے جو اصولی راہنمائی کی ہے وہ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے وقت سمندر کے پھٹنے والے واقعہ کی تفسیر اور وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا جو قرآن شریف میں آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق واقعہ کی کیفیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل ارض مقدس کے ارادے سے چلے جا رہے تھے کہ پیچھے سے فرعون کا لشکر آ پہنچا۔ اسے دیکھ کر بنی اسرائیل گھبرائے اور سمجھے کہ اب پکڑے جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی معرفت ان کو تسلی دلائی اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سمندر میں ایک راستہ ہو گیا اور وہ اس میں سے آگے روانہ ہوئے۔ ان کے دونوں طرف پانی تھا جو ریت کے ٹیلوں کی مانند یعنی اونچا نظر آتا تھا۔ لشکر فرعون نے ان کا پیچھا کیا مگر بنی اسرائیل کے صحیح سلامت پار ہونے پر پانی پھر لوٹا اور مصری غرق ہو گئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے سمجھنے کیلئے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تمام معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کسی انسان کا اس میں دخل اور تصرف نہیں ہوتا۔ پس حضرت موسیٰؑ کا عصا اٹھانا اور سمندر پر مارنا صرف ایک نشانی کیلئے تھا نہ اس لیے کہ حضرت موسیٰؑ یا عصا کا سمندر کے سمٹ جانے میں کوئی دخل تھا۔

اس عصا کا سمندر کے سمٹ جانے میں کوئی دخل تھا۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم کے الفاظ سے ہرگز ثابت نہیں کہ سمندر کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور اس میں سے حضرت موسیٰؑ نکل گئے تھے بلکہ قرآنِ کریم میں اس واقعہ کے متعلق دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں ایک فَرَق اور ایک اِنْفَلَقَ کا، جن کے معنی جدا ہو جانے کے ہیں۔ پس قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق اس واقعہ کی یہی تفصیل ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے گذرنے کے وقت سمندر جدا ہو گیا تھا یعنی کنارے سے ہٹ گیا تھا اور جو خشکی نکل آئی تھی اس میں سے بنی اسرائیل گذر گئے تھے اور سمندر کے کناروں پر ایسا ہو جایا کرتا ہے۔

چنانچہ نپولین کی (زندگی) لائف میں بھی لکھا ہے کہ جب وہ مصر پر حملہ آور ہوا تو وہ بھی اپنی فوج کے ایک حصہ سمیت بحیرۂ احمر کے کنارے کے پاس جزر کے وقت گزر رہا تھا اور اس کے گزرتے گزرتے مدّ کا وقت آ گیا اور مشکل سے بچا۔ اس واقعہ میں معجزہ یہ تھا یعنی حضرت موسیٰؑ والے واقعہ میں جو معجزہ تھا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایسے وقت میں سمندر کے سامنے پہنچایا جبکہ جزر کا وقت تھا اور حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ اٹھاتے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت پانی گھٹنا شروع ہوا لیکن فرعون کا لشکر جب سمندر میں داخل ہوا تو ایسی غیر معمولی روکیں اس کے راستے میں پیدا ہو گئیں کہ اس کی فوج بہت سست رفتاری سے بنی اسرائیل کے پیچھے چلی اور ابھی سمندر ہی میں تھی کہ مدّ آ گئی اور دشمن غرق ہو گیا...... سمندر میں مدّ و جزر پیدا ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت میں پانی کنارے پر سے بہت دور پیچھے ہٹ جاتا ہے اور دوسرے وقت میں وہ خشکی پر اور آگے آ جاتا ہے۔

سمندر پھاڑنے کے واقعہ کا اسی مدّ و جزر کی کیفیت سے تعلق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے وقت میں سمندر سے گزرے جبکہ جزر کا وقت تھا اور سمندر پیچھے ہٹا ہوا تھا اور اس کے بعد فرعون پہنچا۔ وہ بوجہ اس کے کہ کم سے کم ایک دن بعد حضرت موسیٰؑ کے چلا تھا وہ مارا مار کرتا ہوا جس وقت سمندر پر پہنچا ہے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے اس خشک ٹکڑے کا جس سے وہ گزر رہے تھے اکثر حصہ طے کر چکے تھے۔ فرعون نے ان کو پار ہوتے دیکھ کر جلدی سے اس میں اپنی رتھیں ڈال دیں مگر سمندر کی ریت جو گیلی تھی اس کی رتھوں کیلئے مہلک ثابت ہوئی اور اس کی رتھیں اس میں پھنسنے لگیں اور اس قدر دیر ہو گئی کہ مدّ کا وقت آ گیا اور پانی بڑھنے لگا۔ اب اس کیلئے دونوں باتیں مشکل تھیں۔ نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ پیچھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سمندر نے اسے درمیان میں آ لیا اور وہ اور اس کے بہت سے ساتھی سمندر میں غرق ہو گئے اور چونکہ مدّ کا وقت تھا، سمندر کا پانی جو کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا اس نے ان کی لاشوں کو خشکی کی طرف لا پھینکا۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 1، صفحہ 419 تا 422)

بہرحال مسلمان دارِین کسی طرح پہنچ گئے تھے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے اور وہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی طرح کا مدّ و جزر والا کوئی واقعہ ہوا ہو۔

دارِین پہنچ کر وہاں مسلمانوں کا اور مرتد باغیوں کا مقابلہ ہوا اور نہایت ہی خونریز جنگ ہوئی جس میں وہ سب مارے گئے یعنی باغی مارے گئے۔ کوئی خبر دینے والا بھی نہ بچا۔ مسلمانوں نے ان کے اہل و عیال کو لونڈی یا غلام بنا لیا اور ان کی املاک پر قبضہ کر لیا۔ ہر ایک شہ سوار کو چھ ہزار اور ہر پیادے کو دو ہزار درہم غنیمت میں ملے۔ مسلمانوں کو ساحلِ سمندر سے ان تک پہنچنے اور ان کے مقابلے میں پورا دن صرف ہو گیا۔ ان سے فارغ ہو کر وہ پھر واپس آ گئے۔

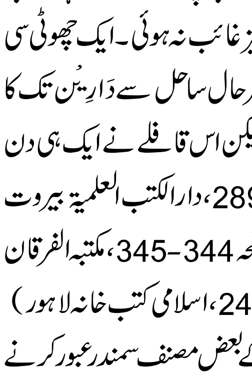
COAT-PANT, SHERWANI, VASE COAT
SALWAR KAMEEZ, LADIES COAT
عمدہ کوالٹی کے کپڑے مناسب ریٹ پر دستیاب ہیں
Gentelman Tailors
Civil Line Road, Near Four Story
Qadian - 143516 Dist. Gurdaspur, PUNJAB
Tayyab : 9779827028 Sadiq : 9041515164

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ (الہامی دعا حضرت مسیح موعودؑ)
اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خادم ہے، اے میرے رب! شریر کی شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ اور میری مدد کر اور مجھ پر رحم کر

MOBILE REPAIR SERVICES
KOLKATA BAZAR MOBILE SHOP
Prop. : Minzarul Hassan
Contact No. 6239691816, 8116091155
Delhi Bazar, Qadian - 143516
Dist. Gurdaspur, PUNJAB

حضرت ثُمامہ بن اُثَال رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت علَاء بن حَضْرَمی رضی اللہ عنہ تمام لوگوں کو واپس لے آئے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے وہیں پر قیام کرنے کو پسند کیا۔ حضرت ثُمامہ بن اُثَال رضی اللہ عنہ بھی واپس آنے والوں میں تھے۔ عبداللہ بن حَذَف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بنوقَیس بن ثعلبہ کے ایک چشمہ پر مقیم تھے۔ لوگوں کی نظر حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ پر پڑی اور انہوں نے حُطَم کا چوغہ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر دیکھا۔ حُطَم کا یہ وہی چوغہ تھا جو اس کے قتل ہونے کے بعد مالِ غنیمت میں حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو دریافت کیلئے بھیجا، یعنی اس قبیلے والوں نے اور اُسے کہا کہ جا کر حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرو کہ یہ چوغہ تمہیں کہاں سے ملا ہے اور حُطَم کے متعلق دریافت کرو کہ کیا تم نے ہی اسے قتل کیا تھا (حُطَم ان کا لیڈر تھا) یا کسی اَور نے؟ اس شخص نے آ کر حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ سے چوغہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ مجھے مالِ غنیمت میں ملا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تم نے حُطَم کو قتل کیا ہے؟ حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں۔ اگرچہ میری تمنا تھی کہ مَیں اس کو قتل کرتا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ چوغہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا جواب مَیں تمہیں پہلے ہی دے چکا ہوں کہ مالِ غنیمت میں ملا ہے۔ تو اس قبیلے کے اس شخص نے آ کے اپنے دوستوں کو اپنی ساری گفتگو کی اطلاع دی۔ وہ سب پھر حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہو کے آئے اور ان کو آ کر گھیر لیا۔ ان سب نے کہا کہ تم حُطَم کے قاتل ہو۔ حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ مَیں اس کا قاتل نہیں ہوں۔ البتہ یہ چوغہ مجھے مالِ غنیمت میں بطور حصہ کے ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حصہ تو صرف قاتل ہی کو ملتا ہے حضرت ثُمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ چوغہ اس کے جسم پر نہیں تھا بلکہ اس کی سواری یا اس کے سامان سے ملا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ پھر ان کو شہید کر دیا۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 289 تا 290، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

دسویں مہم کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت سُوَید بن مُقَرِّن رضی اللہ عنہ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جھنڈا حضرت سُوَید بن مُقَرِّن رضی اللہ عنہ کو دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ یمن کے علاقے تِہَامہ کو جائیں۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 257، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

لغت میں تِہَامہ کے معنی شدت گرمی اور ہوا کے رک جانے کے بھی ہیں۔ اسی طرح لغت میں اس کے ایک معنی نشیب کے بھی ہیں۔ (لسان العرب زیر مادہ: تہم)

یمن کے مغرب اور جنوب میں بحرِ قلزم کے ساحل پر نشیبی اراضی کی ایک پٹی ہے جسے تِہَامہ کہتے ہیں۔ اس اراضی میں بہت سی نیچی لیکن تہ بہ تہ پہاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ تِہَامہ کی شمالی سرحد مکہ کے قریب پہنچتی تھی اور جنوبی یمن کے پایہ تخت صَنعَاء سے کوئی ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر ختم ہوتی تھی۔

تِہَامہ یمن کا ایک ضلع تھا جس میں بہت سے گاؤں اور قصبے تھے۔

(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط، صفحہ 40-41، ادارہ اسلامیات لاہور)

یہ تو تِہَامہ یمن کا مختصر تعارف ہے۔

حضرت سُوَید بن مُقَرِّن رضی اللہ عنہ کا تعارف یہ ہے کہ حضرت سُوَید رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مُقَرِّن بن عائِذ تھا۔ ان کا تعلق مُزَینہ قبیلہ سے تھا۔ ان کی کنیت ابوعدی تھی۔ ابوعمرو بھی کنیت بیان کی گئی ہے۔ پانچ ہجری میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے جنگِ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی۔ پھر اس کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ حضرت نعمان بن مُقَرِّن رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے جنہوں نے ایرانی فتوحات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے تھے۔

(اسد الغابہ، جلد 2، صفحہ 600، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء) (ماخوذ از طبقات الکبریٰ، جلد 6، صفحہ 97، جلد اول، صفحہ 222، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

تاریخی کتب میں حضرت سُوَید رضی اللہ عنہ کے تِہَامہ جانے اور وہاں ان کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کی تفصیل نہیں ملتی تاہم کتبِ تاریخ میں اہل تِہَامہ کے ارتداد اور بغاوت کے حالات و واقعات یوں بیان ہوئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہجری میں حجۃ الوداع کے بعد یمن میں محصلین زکوٰۃ مقرر فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کو سات حصوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ تِہَامہ پر طاہر بن ابو ہالہ کو عامل مقرر فرمایا تھا۔

تِہَامہ میں ادنیٰ درجہ کے عربوں کے علاوہ دو بڑے اور اہم قبیلے تھے۔ ایک عَکّ اور دوسرا اَشْعَر۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سرکاری خطوط، صفحہ 41، ادارہ اسلامیات لاہور)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عَتَّاب بن اُسَید رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہمارے علاقے میں مرتدین نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔

مرتدین صرف مرتدین نہیں تھے بلکہ جیسا کہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں یہ لوگ مسلمانوں پر حملے بھی کرتے تھے۔ یہاں بھی یہی صورتحال تھی۔ تو حضرت عَتَّاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت خالد بن اُسَید رضی اللہ عنہ کو اہلِ تِہَامہ کی سرکوبی کیلئے بھیجا جہاں بنومُدْلِج کی ایک بڑی جماعت اور خُزَاعہ اور کِنَانہ کی مختلف جماعتیں بنومُدْلِج کے خاندان بنو شَنُوق کے جُندُب بن سُلْمی کی سرکردگی میں مرتد ہو کر مقابلہ کے لیے جمع تھیں۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا اور حضرت خالد بن اُسَید رضی اللہ عنہ نے ان کو شکست دے کر پراگندہ کر دیا اور بہت سارے افراد کو قتل کر دیا۔ اس میں بنو شَنُوق کے افراد سب سے زیادہ مارے گئے۔ اس واقعہ کے بعد ان کی تعداد بہت کم رہ گئی۔ اس واقعہ نے حضرت عَتَّاب رضی اللہ عنہ کے علاقے کو فتنۂ ارتداد سے پاک صاف کر دیا اور جندب بھاگ گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ (تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 294، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (الکامل فی التاریخ، جلد 2، صفحہ 230، دار الکتب العلمیۃ لبنان)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تِہَامہ میں سب سے زیادہ قبیلہ عَکّ اور اَشْعَر نے بغاوت کی اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع ملی تو ان میں سے متفرق لوگ جمع ہوئے اور پھر خَثْعَم قبیلہ کے لوگ بھی ان کے ساتھ جا ملے۔ انہوں نے ساحلِ سمندر کی جانب اَعْلَاب مقام میں اپنا پڑاؤ ڈالا اور ان کے ساتھ وہ سپاہی بھی آ ملے جن کا کوئی سردار نہ تھا۔ اَعْلَاب جو ہے یہ بھی مکہ کے ساحل کے درمیان قبیلہ عَکّ کا علاقہ ہے۔ حضرت طاہر بن ابو ہالہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی اور خود ان کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے اور اپنی روانگی کی اطلاع بھی انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لکھ دی۔ حضرت طاہر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مَسروق عَکّی اور قبیلہ عَکّ میں سے ان کی قوم کے وہ افراد تھے جو مرتد نہیں ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ مقام اَعْلَاب میں ان لوگوں سے جا ملے اور وہاں ان سے شدید جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو، دشمنوں کو شکست دی۔ مسلمانوں نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ تمام راستوں میں ان کے مقتولین کی بدبو پھیل گئی اور مسلمانوں کو ایک شاندار فتح حاصل ہوئی۔

تِہَامہ میں ارتداد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ تِہَامہ کے ارتداد کو کچلنے میں سرفہرست طاہر بن ابی ہالہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تِہَامہ کیلئے تِہَامہ کے حصہ پر والی تھے جو قبیلہ عَکّ اور اشعریوں کا وطن تھا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عُکَّاشہ بن ثور کو حکم دیا کہ وہ تِہَامہ میں اقامت پذیر ہوں اور اپنے پاس اسکے باشندوں کو اکٹھا کر کے حکم کا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم کا انتظار کریں۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حَضْرَمَوت کے دو علاقوں سَکَاسِک اور سَکُون پر عامل مقرر تھے اور بَجِیْلَہ قبیلہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جَرِیر بن عبداللہ بَجَلِی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کو لے کر اسلام سے مرتد ہونے والوں سے قتال کریں اور پھر قبیلہ خَثْعَم کے پاس پہنچیں اور ان کے مرتدین سے قتال کریں۔ جَرِیر اپنی مہم پر روانہ ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حکم دیا تھا اس کو بجا لائے اور تھوڑے سے افراد کے علاوہ ان کے مقابلے میں کوئی نہ آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا اور انہیں منتشر کر دیا۔

(تاریخ الطبری، جلد 2، صفحہ 294-295، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (الکامل فی التاریخ، جلد 2، صفحہ 230، دار الکتب العلمیۃ لبنان) (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم، صفحہ 303، مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان) (معجم البلدان، جلد 1، صفحہ 263)

یہ مہمات کا ذکر ہو رہا ہے آئندہ ان شاء اللہ گیارھویں مہم کا ذکر ہوگا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے دو تو برکینا فاسو کے ہمارے نوجوان ہیں۔ 11 / جون کی شام کو یہ اپنے علاقے، ڈوری ریجن کے علاقے میں ایک گاؤں میں تھے جہاں دہشت گردوں نے حملہ کیا اور یہاں بہت سے افراد مارے گئے۔ اس میں ہمارے یہ دو احمدی خادم بھی شہید ہوئے جو اپنی دکان پہ کام کر رہے تھے۔ فائرنگ ہوئی اور یہ موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک ان میں سے جو ہیں ان کا نام ہے ڈیکو زکریا (Dicku Zakariya) ان کی عمر 32 سال تھی۔ ڈوری ریجن میں ان کو بطور ریجنل قائد خدام الاحمدیہ خدمت کی توفیق ملی۔ مدرسۃ الحفظ گھانا میں قرآن کریم حفظ کرنے کیلئے بھی گئے تھے۔ کچھ عرصہ حفظ کیا پھر واپس آ گئے۔ ہمیشہ جماعتی کاموں کیلئے حاضر رہتے تھے۔ ہر کام کیلئے لبیک کہہ کر اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند تھے۔ تہجد اور نوافل بھی باقاعدہ ادا کرنے والے تھے۔ اپنے چندہ جات بھی باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ ماہانہ آمد کے علاوہ بھی کوئی آمد ہوتی تو اس پر بھی فوری چندہ ادا کرتے۔ جماعت اور خلافت سے سچی محبت تھی۔ باقاعدہ خطبہ جمعہ سنا کرتے تھے۔ ایم ٹی اے کے دوسرے پروگرام بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے۔ ان کے لوکل مشنری کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ آخری ملاقات میں انہوں نے کہا کہ خلیفۂ وقت سے کب ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ ان کی بڑی خواہش تھی خلیفۂ وقت سے ملنے کی۔ یہ معلم صاحب نے لکھا ہے کہ ایک مثالی خادم تھے۔ پسماندگان میں ان کی ایک اہلیہ اور دو بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہیں۔

دوسرے شہید جو تھے وہ ڈیکو موسیٰ (Dicku Mussa) صاحب تھے۔ ان کی عمر 34 سال تھی۔ یہ

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد خالصۃً اللہ تعالیٰ پر توکّل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے

(خطبہ عید الضحیٰ فرمودہ 31 / جولائی 2020)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اپنی نمازوں کی حفاظت کریں، اپنے بچوں کی نمازوں کی حفاظت کریں، اپنی اور اپنی بچیوں کی عزت و ناموس اور عصمت کی حفاظت کریں۔ (خطاب سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے 26 / اکتوبر 2014)

طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

اس وقت اپنی مجلس سائی تنگا (Seytenga) کے قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ اپنی جماعت کے تمام پروگراموں میں سب سے بڑھ کر حصہ لیتے۔ دوسروں کو شامل کرتے۔ نمازوں اور چندہ جات میں باقاعدہ تھے۔ ان کی جماعت میں مسجد نہیں تھی تو یہ مقامی طور پر کوشش کر رہے تھے ایک شیڈ بنا کر وہاں باقاعدہ نماز ادا کریں۔ یہ مجھے خط بھی باقاعدہ لکھتے رہتے تھے۔ کیپیٹل سے کوئی بھی دورے کیلئے جاتا تو اس کی خاطر تواضع کرتے۔ خود ساتھ ساتھ رہتے، کام کرواتے، دورہ میں شامل ہوتے۔ ان کے پسماندگان میں ان کی دو بیویاں ہیں اور تین بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

ان دونوں شہداء کے بارے میں وہاں کے امیر جماعت لکھتے ہیں: یہ دونوں خدام ہمارے لوکل مشنری ڈیکو احمدو بوریما (Dicku Amadou Bourema) صاحب کے بھائی تھے جو کہ اس وقت ریڈیو احمدیہ ڈوری کے انچارج ہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد ابراہیم بُنتی (Bonti) صاحب کے ذریعہ سے آئی تھی۔ وہ بہت ہی مخلص اور پرجوش داعی الی اللہ تھے۔ وہ ڈوری ریجن کے زعیم انصاراللہ بھی رہے۔ 2011ء میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ پھر آگے امیر صاحب دعا کیلئے بھی لکھتے ہیں کہ برکینا فاسو میں 2015ء سے دہشت گرد حملے ہو رہے ہیں اور ملک کے نارتھ کے علاقے میں بہت زیادہ تباہی ہے۔ دو ملین سے زائد لوگ بے گھر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی امن کے حالات پیدا کرے اور دنیا کے جو معاشی اور سیاسی حالات اب ہو رہے ہیں ان سے دہشت گردی کے امکانات مزید بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انسانیت پر رحم فرمائے اور ان کو عقل دے۔

دوسرا ذکر محمد یوسف بلوچ صاحب ابن نورنگ خان صاحب، بستی صادق پور ضلع عمرکوٹ سندھ کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ بلوچ ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کے ہیں۔ وہاں پیدا ہوئے تھے۔ 1934ء میں حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے ذریعہ سے ان کے ہاں، ان کے خاندان میں احمدیت آئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے یہ تحریک جدید کی زمینوں پر صادق پور ضلع عمرکوٹ میں آ گئے۔ پھر یہ کچھ عرصہ چھ سال کے قریب ربوہ میں بھی مقیم رہے اور اس محلے میں خادم مسجد کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ سات بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے شبیر احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ آجکل آئیوری کوسٹ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے۔ مرحوم کے دو پوتے بھی مربی سلسلہ ہیں۔

ان کے بیٹے شبیر صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ ہم نے بچپن سے ان کو تہجد کا پابند دیکھا۔ روزانہ فجر کے بعد بلند آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے۔ کہتے ہیں جب بھی میں گھر گیا ہوں تو مجھے بلا کر کہتے کہ میری دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا کہ خلافت سے ہمیشہ وفا کرنا اور اپنے وقف کا حق ادا کرنا۔ کہتے ہیں مہمان نواز بھی بہت تھے۔ راہ چلتے لوگوں کو گھر لے آتے۔ آپ کی تعزیت پر بھی بہت سے غیر از جماعت لوگ اور ہندو وغیرہ سب آئے اور بڑے اچھے الفاظ میں ان کو یاد کیا اور یہ بھی اظہار کیا کہ ہمارا باپ فوت ہو گیا ہے کیونکہ غرباء کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔

تیسرا ذکر عزیزہ مبارزہ فاروق (واقفۂ نو) کا ہے جو فاروق احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ یہ ربوہ کی ہیں۔ ان کا بھی گذشتہ دنوں انتقال ہوا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ بچی جب گیارہ سال کی تھی تو ہائی ٹینشن بجلی کی تار کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے ان کے دونوں بازو مفلوج ہو گئے، خراب ہو گئے اور پھر دونوں بازو کاٹنے پڑے لیکن اس حالت میں بھی عزیزہ نے ہمت نہیں ہاری۔ اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔ پہلے اس نے منہ سے قلم پکڑ کر لکھنے کی پریکٹس کی۔ پھر دونوں کہنیوں کے ساتھ قلم پکڑ کر لکھنے کی مشق کی اور اس طرح چند ماہ میں نہایت خوش خط لکھنے لگی۔ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ فیملی ربوہ شفٹ ہو گئی۔ یہاں بھی اپنی تعلیم جاری رکھی۔ 2013ء میں اچھے نمبروں میں بی اے پاس کر لیا۔ پھر تعلیم الاسلام کالج سے ایم اے عربی بھی کیا۔ واقفۂ نو کی حیثیت سے کچھ عرصہ انہوں نے طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں بھی خدمت کی۔ قرآنِ کریم صحت تلفظ کے ساتھ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ سیکھا اور ہمیشہ سو فیصد نمبر لیا کرتی تھیں۔ محلہ میں ترجمۃ القرآن کلاس بھی لیتی تھیں۔ ان کے پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرم آنزومانا واترا (Aanzumana Wattara) صاحب جو آئیوری کوسٹ میں ماساداگو علاقے کے معلم سلسلہ تھے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وہاں کے مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ مرحوم سادہ لوح، صوم و صلوٰۃ کے پابند، منکسر المزاج، دعا گو، نیک اور پارسا بزرگ تھے۔ کثرت سے نوافل ادا کرتے اور سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ باقاعدگی سے رکھتے تھے۔ کثرت سے ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔ خلافت سے ان کو ایک والہانہ عشق تھا۔ ایک بہترین مبلغ تھے۔ 1997ء میں ایک خواب کے ذریعہ انہوں نے احمدیت قبول کی اور خواب میں دیکھا کہ ایک جنگل میں ہیں اور وہاں سے ایک جگہ ناسیاں گاؤں ہے، وہاں جا رہے ہیں اور ایک تلوار کے ساتھ وہاں جانے کیلئے راستہ بنا رہے ہیں اور ساتھ ہی کلمہ طیبہ اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں۔ کہتے ہیں اس خواب کے بعد ایک دن مجھے پتہ چلا کہ ایک احمدی مشنری عمر معاذ صاحب ناسیاں تبلیغ کیلئے آئے ہیں تو یہ خود بھی ناسیاں تشریف لے گئے اور جماعت کا پیغام سنتے ہی بیعت کر لی اور کہا کہ یہی وہ پیغام تھا جس کو قبول کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں بتایا تھا۔ کوشش کر کے میں نے اس گاؤں میں جانا ہے جہاں مجھے دین ملے گا۔ بہر حال قبولیتِ احمدیت کے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے وقف کیا اور باقاعدہ معلم سلسلہ کے طور پر جماعت کی خدمت شروع کی۔ 2002ء میں جب ملک میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو مرکز کا ان کی جگہ سے رابطہ بحال نہ رہ سکا۔ معلم صاحب نے گاؤں اور ارد گرد کی جماعتوں میں اپنا رابطہ بحال رکھا اور جماعت کے افراد کیلئے تعلیم و تربیت کا کام ہر حال میں جاری رکھا اور مرکز سے رابطہ میں رہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے گاؤں میں، اپنے گھر کے احاطے میں ایک مسجد بھی تعمیر کی اور وہیں سے احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کا کام بھی کرتے تھے۔ اس طرح نیشنل سطح کے ہر جماعتی پروگرام میں باقاعدگی سے لمبا سفر طے کر کے شامل ہوتے تھے۔ 1998ء میں آپ کو جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کا موقع ملا۔ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور حضور رحمہ اللہ کے ساتھ ایم ٹی اے کے پروگرام The French Mulaqat جو تھی اس میں بھی شرکت کا موقع ملا اور اس ملاقات سے بہت خوش تھے اور لوگوں کو سنایا کرتے تھے کہ یہ ملاقات میری زندگی کا بہت خوبصورت حصہ ہے اس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔

2004ء میں جب مَیں نے برکینا فاسو کا دورہ کیا تو وہاں یہ مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ یہ جو مَیں آپ سے مل رہا ہوں یہ میں اپنی ایک نئی زندگی کی وجہ سے مل رہا ہوں۔ اور یہ آپ کے دورہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرمایا ہے اور یہ برکت مجھے حاصل ہو رہی ہے۔ کہنے لگے کہ دو ماہ پہلے میں شدید بیمار ہو گیا یہاں تک کہ گھر والوں نے سمجھا کہ شاید میرا آخری وقت ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میں نے خواب میں دیکھا۔ یعنی انہوں نے مجھے خواب میں دیکھا کہ میں ان کے سر پہ ہاتھ پھیر رہا ہوں اور کہتے ہیں خواب ہی میں میں نے محسوس کیا کہ تمام بیماری جسم کو چھوڑ چکی ہے۔ کہتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو واقعۃً بیماری مجھے چھوڑ چکی تھی اور میں صحت یاب ہو گیا تھا۔ بہر حال جب مَیں نے وہاں دورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اب اس خواب کو جو میں نے دیکھی تھی عملی شکل میں پورا بھی کر دیں اور اپنا سر آگے کر دیا کہ اس پر ہاتھ پھیریں اور بڑے خوش تھے۔ خلافت سے کامل وفا کا تعلق تھا اور لوگوں کو بتاتے تھے کہ یہ زندگی جو مجھے ملی ہے وہ اس لیے ملی ہے کہ میں خدمت دین کروں اور اب میں اسی کام میں اپنی زندگی صرف کروں گا اور اس عہد کو انہوں نے نبھایا۔ 94 سال کی عمر پائی اور آخر عمر تک فعال اور صحت مند تھے۔ پیرانہ سالی کے باوجود قریبی جماعتوں کا دورہ بھی خود کیا کرتے تھے۔ ان کی دوسری ملاقات بھی 2008ء میں مجھ سے ہوئی جب میں گھانا گیا ہوں تو وہاں پہ یہ آئے اور گھانا میں جوبلی کے جلسہ میں شامل ہوئے۔ بڑے خوش تھے۔

''بندوکو'' کے ریجنل مشنری شاہد صاحب کہتے ہیں کہ پاکستانی مبلغین سے بہت محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ بڑی عاجزی اور انکساری سے ملتے تھے۔ بہت عزت و احترام سے پیش آتے تھے اور مالی قربانی میں بھی ہمیشہ پیش پیش تھے۔ باقاعدگی سے چندہ دیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں اس سال جنوری کے آخر میں جب میں ان کے گاؤں دورے پہ گیا تو معلم صاحب نے مجھے کہا کہ اس سال میں چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا کیا آپ نے سفر پر کہیں جانا ہے؟ کہتے ہیں نہیں۔ میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا کیونکہ اس سال میں بہت خوش ہوں۔ مبلغ کہتے ہیں پھر انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کی خاطر زندگی بھر کام کیا۔ ''اللہ تعالیٰ کی ذات پہ بڑا یقین تھا'' اور اب میں اپنی تنخواہ لینے اللہ کے پاس جا رہا ہوں اور وفات سے ایک ہفتہ قبل انہوں نے اپنی فیملی کو کہا کہ میرا اب اللہ تعالیٰ سے ایک ہفتے کا کنٹریکٹ ہے۔ ایک ہفتہ رہ گیا ہے باقی۔ کہتے ہیں اگلے جمعہ ایک ہفتہ کے بعد صبح یہ حسب معمول تہجد کیلئے اٹھے، وضو کیا اور وضو مکمل کیا ہی تھا کہ وضو کرتے کرتے وہیں اسی جگہ پہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ چکر آیا ان کو اور وہیں گرے۔ تو اس قسم کے بے لوث اور اخلاص و وفا سے بھرے ہوئے دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں جو اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے نفس جماعت کو ہمیشہ عطا کرتا رہے اور خدمت کرنے والے بھی ہوں۔

ان کے پسماندگان میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ کے فضل سے سب احمدیت پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ثبات قدم بھی عطا فرمائے اور اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔

نماز جمعہ کے بعد مَیں ان کی سب کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یاروخودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں ✿ خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں ✿ حق کیطرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ ✿ مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ

سنو! ہے حاصلِ اسلام تقویٰ ✿ خدا کا عشق مَے اور جام تقویٰ

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد ایم.اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پنجگانہ نماز کا فرض ہونا

معراج سے پہلے اسلام میں نماز کا آغاز تو ہو چکا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب مکّہ کی گھاٹیوں میں اکیلے اکیلے یا ایک ایک یا دو دو مل کر نماز پڑھا کرتے تھے مگر باقاعدہ صورت میں پانچ وقت کی نماز کا آغاز معراج میں ہوا اور اس وقت سے اسلامی عبادات کا پہلا اور سب سے بڑا رکن اپنی موجودہ صورت میں قائم ہو گیا۔ یعنی اوّل پَو پھٹنے کے بعد مگر سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز۔ دُوسرے سورج ڈھلنے کے بعد مگر اس کے زیادہ نیچے ہونے سے پہلے ظہر کی نماز۔ تیسرے سورج کے نیچے ہو جانے کے بعد مگر روشنی دھیمی پڑنے سے پہلے عصر کی نماز۔ چوتھے سورج کے ڈوبنے کے بعد مگر شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز۔ پانچویں شفق غائب ہونے کے بعد مگر نصف شب سے پہلے عشاء کی نماز۔ ان پانچوں فرض نمازوں کے اوقات کے متعلق گو قرآن شریف نے صرف ایک اجمالی اشارہ کیا ہے۔ مگر حدیث میں صراحت کے ساتھ ان کی تعیین بیان ہوئی ہے۔ جہاں یہ مذکور ہے کہ معراج کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پانچوں نمازوں کے اوقات بالتفصیل سمجھائے۔

اسلامی نماز کی ظاہری شکل وصورت جو خدائی حکم کے ماتحت قائم کی گئی ہے یہ ہے کہ نماز کی ابتداء قیام کی حالت سے ہوتی ہے جبکہ نماز پڑھنے والا اپنے سینہ پر ہاتھ باندھ کر خُدا کے سامنے مؤدّبانہ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے بعد رکوع کی حالت ہے جو گویا خُدا کی تعظیم اور بندے کے تذلّل کا دُوسرا درجہ ہے جبکہ نماز پڑھنے والا قیام کی حالت کو چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کے سامنے دوہرا ہو کر جھک جاتا ہے۔ تیسری حالت سجدہ کی ہے جو ایک درمیانی قیام کے بعد آتی ہے جبکہ نماز پڑھنے والا انتہائی عاجزی اور تذلّل کی صورت میں خدا کے سامنے زمین پر گِر کر اپنی جبینِ نیاز اس کے آگے رکھ دیتا ہے اور چونکہ یہ حالت انتہائی تذلّل اور تعبّد کی حالت ہے، اس لیے اسے ایک درمیانی وقفہ کے ساتھ دو دفعہ دہرایا جاتا ہے اور اس طرح نماز کی ایک رکعت پوری ہو جاتی ہے۔ جس کے بعد اسی صورت میں دُوسری اور تیسری اور چوتھی رکعت پڑھی جاتی ہے اور آخر میں نماز پڑھنے والا قعدہ میں دوزانو بیٹھ کر جو گویا ایک مقرب اور تسکین یافتہ درباری کی کیفیت ہے، اپنی نماز کو تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ نماز کی ہر حالت یعنی قیام اور رکوع اور سجدہ اور قعدہ کے لیے علیحدہ علیحدہ کلمات جو ہر حالت کے مناسبِ حال دُعا اور تحمید اور تسبیح وغیرہ پر مشتمل ہیں مقرر کر دیئے گئے ہیں، مگر ساتھ ہی اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ علاوہ مقررہ کلمات کے نماز پڑھنے والا اپنی زبان میں بھی جس طرح مناسب خیال کرے نماز کے اندر دُعا اور تحمید اور تسبیح وغیرہ سے کام لے سکتا ہے۔ نماز میں اتحاد فی الصورت کی غرض سے یہ پابندی بھی لگائی گئی ہے کہ خواہ کوئی مسلمان کسی جگہ ہو وہ کعبہ کی طرف مُنہ کر کے نماز ادا کرے اور سوائے کسی ناگزیر مجبوری کے یہ بھی لازمی ہے کہ ایک محلہ یا گاؤں یا قصبہ کے سب مسلمان مقررہ اوقات میں مسجد میں جمع ہو کر یا اگر مسجد نہ ہو تو کسی دوسری جگہ میں اکٹھے ہو کر ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کیا کریں تاکہ ان کی اجتماعی زندگی کا شیرازہ بجائے منتشر ہونے کے دن بدن مضبوط ہوتا چلا جاوے۔ نماز میں نشاط کی کیفیت پیدا کرنے اور خدا کے دربار میں صفائی کی حالت میں پیش ہونے کی غرض سے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ نماز سے پہلے ہر مُسلمان کو چاہئے کہ اپنے جسم کی ہر سہ اطراف کو یعنی مُنہ ہاتھ اور پاؤں کو پانی سے دھو لیا کرے۔ اس عمل کو اسلامی اصطلاح میں وضو کہتے ہیں جو گویا نماز کی اغراض کے لیے غسل کا قائم مقام ہے۔

الغرض معراج کے ساتھ اسلامی عبادات کے سب سے بڑے رُکن کا قیام عمل میں آیا اور پانچ وقت کی باقاعدہ نماز کا آغاز ہو گیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے جس میں وہ خدا کے حضور میں حاضر ہو کر اس سے باتیں کرتا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ اگر نماز کو اس کے جُملہ شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے اور دِل کی توجہ بھی اس کے ساتھ ہو تو وہ ذاتِ باری تعالیٰ کے قُرب کے حصول کے لیے ایک بہترین کیفیت کی حامل ہے۔ انسانی جسم اور رُوح میں فطری طور پر ایک ایسا رابطہ اور اتحاد رکھا گیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا چھوٹے سے چھوٹا تغیر بھی دُوسرے پر ایک گہرا اثر پیدا کرتا ہے۔ مثلاً جسم کو اگر کوئی تکلیف پہنچے تو فوراً روح بھی بے قرار ہونے لگتی ہے اور اگر رُوح کو کوئی صدمہ پہنچے تو اس کا فوری اثر جسم پر پڑتا ہے اور جسم میں بھی ساری کیفیات پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں جو خود جسم کو تکلیف پہنچنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ رُوح خوش ہو تو جسم پر بھی خوشی کے آثار تبسّم وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اگر روح مغموم ہو تو انسان کا چہرہ فوراً غم کا نقشہ پیش کرنے لگ جاتا ہے۔ الغرض جسم اور روح کے درمیان ایک فطری رابطہ اور اتحاد ہے جس کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے گہرا اثر قبول کرتے ہیں۔ اس لیے اسلامی شریعت میں کمال حکمت سے عبادت کا جسمانی نقشہ ایسا تجویز کیا گیا ہے جو انسانی رُوح میں تعبّد اور تذلّل کی کیفیات پیدا کرنے کے لیے اپنے اندر ایک طبعی خاصیّت رکھتا ہے چنانچہ نماز میں قیام اور رکوع اور سجدہ اور قعدہ کی حالتیں اسی غرض وغایت کے ماتحت رکھی گئی ہیں کہ تا انسانی رُوح کے اندر ان جسمانی کیفیات کے مناسب حال رُوحانی کیفیات پیدا کی جائیں اور ہر حالت کے لیے جو دُعا یا تحمید یا تسبیح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہیں وہ بھی اس رُوحانی کیفیت کے مناسبِ حال تجویز کئے گئے ہیں جو ہر جسمانی کیفیت کے مقابلہ میں رُوح کے اندر پیدا کرنی مقصود ہے۔ مثلاً نماز میں سجدہ کی حالت جس میں انسان اپنا ماتھا زمین پر رکھ دیتا ہے انتہائی تعبّد اور تذلّل کی حالت ہے۔ اس لیے جو الفاظ سجدہ کی حالت میں پڑھنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى (میرا رب جو سب سے بالا و بلند ہے وہ سب عیبوں سے پاک اور سب کمزوریوں سے منزّہ ہے) وہ بھی خدا تعالیٰ کی بڑائی اور بزرگی کے سب سے زیادہ حامل ہیں تاکہ انسانی رُوح یہ محسوس کرے کہ میں جس ہستی کے سامنے سجدہ کر رہی ہوں وہ ایک ایسی برتر و بالا ہستی ہے کہ اس کے سامنے میرا یہی منصب ہے کہ انتہائی تعبد و تذلّل کے ساتھ اس کے آگے گِری رہوں۔ اس حساس کے پیدا ہوتے ہی انسانی رُوح قربِ الٰہی کی طرف بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ناممکن ہے کہ سجدہ کی حالت میں ایک انسان اپنی توجہ کو قائم رکھتے ہوئے اپنے دل میں کوئی روحانی تغیر محسوس نہ کرے۔ البتہ جو لوگ نماز کو محض ایک رسم کے طور پر ادا کرتے ہیں اور دل کی توجہ ان کے ساتھ نہیں ہوتی ان کی رُوح بے شک نماز کے اعمال میں سے گذر کر بھی خالی کی خالی نکل آتی ہے کیونکہ ان کے عمل میں کوئی جان نہیں ہوتی اور بے جان عمل کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتا۔

الغرض اس میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے کہ نماز حقیقی معنوں میں مومن کی معراج ہے اور مسلمان اس مبارک عبادت پر جتنا بھی فخر کریں وہ تھوڑا ہے۔ یقیناً نماز کے مقابلہ پر کسی مذہب کی کوئی عبادت نہیں ٹھہر سکتی کیونکہ جس طرح نماز میں جسم اور رُوح کی ان باریک در باریک کیفیات کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو تعبّد کے لیے ضروری ہیں وہ کسی اور جگہ نظر نہیں آتا۔ پھر نماز میں ان مختلف کیفیات کو جس ترتیب کے ساتھ رکھا گیا ہے وہ بھی فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ سب سے پہلے درجہ پر قیام ہے اور یہ وہ کیفیت ہے جس میں سینہ پر ہاتھ باندھے ہوئے ایک مومن خدا کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ اس کے بعد رکوع ہے جو قیام اور سجدہ کے بین بین تعبّد و تذلّل کا ایک درمیانی مرتبہ ہے۔ اس کے بعد سجدہ ہے جس میں گویا انسانی رُوح اپنے خالق و مالک کی اعلیٰ اور کامل صفات کا مطالعہ کر کے اس کے سامنے بیتاب ہو کر زمین پر گر جاتی ہے سب سے آخر میں قعدہ ہے جو سجدہ کے بعد ایک سکون کی کیفیت ہے جس میں انسان تعبّد و تذلّل کے مراحل میں سے گذر کر گویا خدا کے تسلی یافتہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نماز پڑھنے والا دونوں طرف مُنہ پھیر کر سلام کہتا ہے اور نماز سے فارغ ہو جاتا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اب اسے دنیا میں واپس جا کر دوسرے لوگوں تک بھی اس سلامتی کے پیغام کو پہنچانا چاہیئے جو اُس نے اپنے خُدا سے حاصل کیا ہے۔ اس کے علاوہ نماز کی کوئی حالت بھی خاموشی کی حالت نہیں بلکہ ہر حالت کے ساتھ اس حالت کے مناسبِ حال دُعا اور تحمید اور تسبیح وغیرہ کے کلمات مقرر کر دیئے گئے ہیں تاکہ یہ مبارک کلمات جسم کی ظاہری حالت اور دل کی باطنی توجہ کے ساتھ مل کر ایک پورا اور حقیقی نقشہ تعبّد اور تذلّل اور سوال کا پیدا کر دیں۔ بھلا اس کامل و مکمل عبادت کے مقابلہ پر دُوسرے مذاہب کا گانا یا بجانا یا کسی غیر فطری حالت میں محض کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر کوئی الفاظ مُنہ سے کہہ دینا کیا حقیقت رکھتا ہے؟ اور پھر اسلام نے نماز کی عبادت کو ایک اجتماعی صورت دینے کے لیے ایک ضروری شرط یہ بھی قرار دی کہ ایک حلقہ کے سب مسلمان باہم مل کر ایک امام کے پیچھے باترتیب صفوں میں قبلہ رُخ کھڑے ہو کر نماز ادا کیا کریں۔ اور ضمنی طور پر اس روزانہ پنجوقتہ اجتماع میں بہت سے دوسرے اجتماعی مفاد کا دروازہ بھی کھول دیا گیا ہے۔ غرض وضو سے لے کر اپنے اختتام تک نماز ایک نہایت ہی بابرکت عبادت ہے جس سے بڑھ کر قربِ الٰہی کے حصول اور دل کی طہارت کے لیے کوئی دُوسری عبادت تصور میں نہیں آسکتی اور دن رات کے مختلف وقتوں میں پانچ نمازوں کا مقرر کیا جانا بھی اپنے اندر روحانی حفاظت اور روحانی تقویت کا ایک ایسا غیر معمولی سامان رکھتا ہے جو یقیناً کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔

(باقی آئندہ)

(سیرت خاتم النّبیینؐ صفحہ 208 تا 211 مطبوعہ 2006 قادیان)

......☆......☆......☆......

عیدقرباں

عید قربان آئی عالم شاد ہے — ہر طرف شور مبارک باد ہے
یاد میں جن کی مناتے ہیں یہ عید — واقعہ وہ اب تلک بھی یاد ہے
خواب دیکھا جب خلیل اللہ نے — ذبح جو کرتا ہوں وہ اولاد ہے
بولے ابراہیمؑ اسماعیلؑ سے — حق تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے
سن کے بیٹے نے کہا کہ تیار ہوں — پہلے حکم ربّ دیگر سب بعد ہے
باپ بیٹے نے جو دی قربانیاں — اب تلک خانہ خدا آباد ہے
جو وفا کی ربّ سے ابراہیمؑ نے — سارے مومن ان کی ہی اولاد ہے
اس حقیقت کو وہ کیا سمجھے کبھی — نفس جن کا خودسر و آزاد ہے
ہم چلیں تا عمر بر دین حنیف — ماسوا جو اس کے ہے الحاد ہے
نفس کی ہے اصل قربانی نصرؔ — تقویٰ سے خالی عمل برباد ہے

نصر الحق (نصر نیپالی) معلم سلسلہ وقف جدید ارشاد

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(665) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان مُرتد بڑا خواب بین شخص تھا۔ اس کے دماغ کی بناوٹ ہی ایسی تھی کہ ذرا اُونگھ آئی اور خواب آیا یا الہام ہوا۔ وہ یا تو ابتداء زمانہ طالب علمی میں قادیان آیا کرتا تھا یا پھر ایک مدتِ دراز کے بعد لمبی رخصت لے کر قادیان آیا اور یہاں وہ حضرت صاحب کو ہر روز مغرب و عشاء کے درمیان اپنی تفسیر سُنایا کرتا تھا اور داد چاہتا تھا۔ جو جو باتیں اور عقائد اور اعتراض عبدالحکیم خاں نے مرتد ہوتے وقت بیان کئے ہیں وہ سب آجکل غیر مبایعین میں موجود ہیں۔ دراصل ان لوگوں کو اس نے ہلاک کیا اور خود اس کو اس کی خواب بینی اور بلعمی صفات نے ہلاک کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ان لوگوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ریویو میں حضرت صاحب کا اور احمدیت کی خصوصیات کا ذکر نہ ہو بلکہ عام اسلامی مضامین ہوں تا کہ اشاعت زیادہ ہو۔ اخبار وطن میں بھی یہ تحریک چھپی تھی جس پر حضرت صاحب نے نہایت ناراضگی کا اظہار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ہمیں چھوڑ کر کیا آپ مُردہ اسلام کو پیش کریں گے؟ عبدالحکیم خاں نے حضور کو لکھا تھا کہ آپ کا وجود خادمِ اسلام ہے نہ کہ عین اسلام۔ مگر حضرت صاحب کے اس فقرہ نے اس کی تردید کر دی کہ دراصل آپ کا وجود ہی روح اسلام ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ مسئلہ بہت باریک ہے کہ کسی مذہب میں اس مذہب کے لانے والے کے وجود کو کس حد تک اور کس رنگ میں داخل سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر بہر حال یہ ایک مسلّم صداقت ہے کہ نبی کے وجود سے مذہب کو جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں باہم اس طرح پروئے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح ایک کپڑے کا تانا اور بانا ہوتا ہے جن کے علیحدہ کرنے سے کپڑے کی تار پود بکھر جاتی ہے۔ بے شک بعض خام طبع موحدین اسے شرک قرار دے سکتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال خود شرک میں داخل ہے کہ ایک خدائی فعل کے مقابلہ میں اپنے خیال کو مقدم کیا جائے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ خوابوں کا مسئلہ بھی بڑا نازک ہے۔ کئی خوابیں انسان کی دماغی بناوٹ کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اکثر لوگ ان کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

(666) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں اس عاجز نے نمازوں میں اور خصوصاً سجدوں میں لوگوں کو آجکل کی نسبت بہت زیادہ روتے سُنا ہے۔ رونے کی آوازیں مسجد کے ہر گوشہ سے سُنائی دیتی تھیں اور حضرت صاحب نے اپنی جماعت کے اس رونے کا فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس نماز سے پہلے حضرت صاحب کی کوئی خاص تقریر اور نصیحت ہو جاتی تھی، اس نماز میں تو مسجد میں گویا ایک کہرام برپا ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ سنگدل سے سنگدل آدمی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ ایک جگہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ دن میں کم از کم ایک دفعہ تو انسان خدا کے حضور رو لیا کرے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کے لئے خلوت میں بیٹھ کر نعماء الٰہی کو یاد کرنا اور انبیاء و اولیاء کے حالات اور ان کی قربانیوں کو آنکھوں کے سامنے لانا خوب نسخہ ہے۔

(667) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھے حضور کے ساتھ ریل میں سفر کرنے کا اتفاق نصیب ہوا۔ جیسا کہ عام لوگ ریل میں سوار ہو کر باہر سے آنے والے مسافروں سے تُرش رُوئی کے ساتھ پیش آتے ہیں، اس وقت بھی بعض اصحاب نے یہ رویہ اختیار کیا۔ ان میں سے یہ ناچیز بھی تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسافر کے لئے جگہ خالی کر دی اور مجھے یوں مخاطب کیا کہ اخلاق دکھانے کا یہی موقعہ ہے۔ اس پر میں بہت شرمسار ہوا۔ یہ آپ کے اخلاق فاضلہ میں سے ایک عام مثال ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پنجابی میں ایک بڑی پکّی مثل ہے کہ ”یا راہ پیا جانے یا واہ پیا جانے“ یعنی کسی شخص کے اخلاق کی اصل حالت دو موقعوں پر ظاہر ہوتی ہے یا تو سفر میں جبکہ اکثر صورتوں میں انسان ننگا ہو جاتا ہے اور یا جب کسی شخص کے ساتھ معاملہ پڑے تو اس وقت انسان کی اغراض اُسے اصلی صورت میں ظاہر کر دیتی ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ اصل اخلاق یہ ہیں کہ خرابی کی طرف کھینچنے والی طاقتیں موجود ہوں اور پھر انسان اچھے اخلاق پر قائم رہے مثلاً خیانت کے موقعے موجود ہوں اور پھر انسان دیانتدار رہے۔ ورنہ عام حالات میں تو ہر شخص دیانتدار نظر آتا ہے۔ ریل میں بھی یہی صورت پیش آتی ہے کہ چونکہ جگہ کی تنگی ہوتی ہے اس لئے لوگ اپنے آرام کی خاطر دوسرے مسافروں کے آنے پر بد اخلاقی دکھاتے ہیں حالانکہ یہی اخلاق دکھانے کا موقعہ ہوتا ہے ورنہ کھلی جگہ کے ہوتے ہوئے دوسروں کی آؤ بھگت کرنا کوئی اعلیٰ خُلق نہیں۔

(668) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خاص کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کمرہ بھی چھوٹا تھا اور ہماری جماعت کے اکثر معزز لوگ حضور سے خاص مشورہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ میں بھی ملاقات کی غرض سے گیا۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے میں جوتے ایک طرف کر کے جگہ بنانے لگا۔ حضور نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ آپ آگے آجائیے، جگہ میرے پاس موجود ہے۔ اگرچہ جگہ بہت تنگ تھی مگر حضور کے الفاظ سُن کر لوگ خود پیچھے ہٹنے شروع ہو گئے اور حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

(669) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب نے بواسطہ مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر بیان کیا کہ جب میری پہلی بیوی فوت ہو گئی تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا میں دعا کروں گا۔ بعض دوستوں نے کہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہئے کہ حضور آپ کے لئے رشتہ کا انتظام فرماویں۔ میں نے جواب دیا کہ میں نے دعا کے لئے عرض کر دیا ہے۔ انشاء اللہ آسمان سے ہی انتظام ہو جائے گا۔ ابھی بیس دن گذرے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے پاس گجرات کے ضلع سے ایک خط آیا کہ حافظ صاحب سے دریافت کریں کہ اگر رشتہ کی ضرورت ہو تو ایک رشتہ موجود ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے بغیر میرے پوچھنے کے اپنی طرف سے خط لکھ دیا کہ ہم کو منظور ہے اور مجھے فرمانے لگے کہ آپ کی شادی کا انتظام ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ حضور کہاں۔ فرمایا۔ آپ کو اس سے کیا؟ آخر وہ معاملہ جناب الٰہی نے نہایت خیر و خوبی سے تکمیل کو پہنچایا اور ہمارے لئے نہایت بابرکت ثابت ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب نے جو حافظ صاحب کی اطلاع کے بغیر از خود رشتہ طے کر لیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یقین تھا کہ حافظ صاحب کو آپ کا ہر فیصلہ منظور ہوگا۔ ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالغ مرد کی رضامندی کے بغیر بھی رشتہ ہو سکتا ہے۔ یہ ایک خاص تعلق کا اظہار تھا۔

(670) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک مرتبہ نماز استسقاء ہوئی تھی۔ یہ نماز اس بڑ کے درخت کے نیچے ہوئی تھی جہاں گذشتہ سالوں میں جلسہ گاہ مستورات تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس بڑ کے نیچے اور اس کے ساتھ والے میدان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں کئی دفعہ عید بھی ہوئی تھی اور جنازے بھی اکثر یہیں ہوا کرتے تھے۔ اس طرح یہ بڑ بھی گویا ہماری ایک ملّی یادگار ہے۔ یہ بڑ اس راستہ پر بَل کے قریب ہے جو قادیان کی پُرانی آبادی سے دارالانوار کی طرف کو جاتا ہے۔

(671) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ لدھیانہ میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے کہا کہ آپ اسلام پر ایک پبلک لیکچر دیں۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ میں نے اپنے اس زمانہ کے علم کے مطابق بڑے زور شور سے لیکچر دیا اور حضرت صاحب بھی اس میں شریک ہوئے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس وقت تک میں نے ابھی بیعت نہ کی تھی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے حضرت صاحب سے قدیم تعلقات تھے جو غالباً حضرت خلیفہ اولؓ کے واسطہ سے قائم ہوئے تھے مگر مولوی صاحب موصوف نے بیعت کچھ عرصہ بعد کی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جماعت کے بہترین مقررین میں سے تھے اور آواز کی غیر معمولی بلندی اور خوش الحانی کے علاوہ ان کی زبان میں غیر معمولی فصاحت اور طاقت تھی جو سامعین کو مسحور کر لیتی تھی۔

(672) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج نہیں کیا۔ اعتکاف نہیں کیا۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ تسبیح نہیں رکھی۔ میرے سامنے ضبّ یعنی گوہ کھانے سے انکار کیا۔ صدقہ نہیں کھایا۔ زکوٰۃ نہیں کھائی۔ صرف نذرانہ اور ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ پیروں کی طرح مصلّی اور خرقہ نہیں رکھا۔ رائج الوقت درود و وظائف (مثلاً پنج سُورہ۔ دعائے گنج العرش۔ درود تاج۔ حزب البحر۔ دعائے سریانی وغیرہ) نہیں پڑھتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حج نہ کرنے کی تو خاص وجوہات تھیں کہ شروع میں آپ کیلئے مالی لحاظ سے انتظام نہیں تھا کیونکہ ساری جائداد وغیرہ اوائل میں ہمارے دادا صاحب کے ہاتھ میں تھی اور بعد میں تایا صاحب کا انتظام رہا۔ اور اس کے بعد حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ایک تو آپ جہاد کے کام میں منہمک رہے۔ دوسرے آپ کیلئے حج کا راستہ بھی مخدوش تھا۔ تاہم آپ کی خواہش رہتی تھی کہ حج کریں۔ چنانچہ حضرت والدہ صاحبہ نے آپ کے بعد آپ کی طرف سے حج بدل کروا دیا۔ اعتکاف ماموریت کے زمانہ سے قبل غالباً بیٹھے ہوں گے مگر ماموریت کے بعد بوجہ قلمی جہاد اور دیگر مصروفیت کے نہیں بیٹھ سکے کیونکہ یہ نیکیاں اعتکاف سے مقدم ہیں۔ اور زکوٰۃ اس لئے نہیں دی کہ آپ کبھی صاحب نصاب نہیں ہوئے۔ البتہ حضرت والدہ صاحبہ زیور پر زکوٰۃ دیتی رہی ہیں اور تسبیح اور رسمی وظائف وغیرہ کے آپ قائل ہی نہیں تھے۔

(673) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کی آنکھوں میں مائی اوپیا تھا۔ اسی وجہ سے پہلی رات کا چاند نہ دیکھ سکتے تھے۔ مگر نزدیک سے آخر عمر تک باریک حروف بھی پڑھ لیتے تھے اور عینک کی حاجت محسوس نہیں کی۔ اور وراثتہً آنکھوں کی یہ حالت حضرت صاحب کی تمام اولاد میں آئی ہے کہ دُور کی نظر کمزور ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ کبھی رمضان یا عید میں پہلی رات کا چاند دیکھنا ہوتا تھا تو آپ کسی دوست کی عینک منگا کر دیکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

(674) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز حضرت صاحب مسجد مبارک کی چھت پر بیٹھے ہوئے کچھ گفتگو فرما رہے تھے۔ ان دنوں قادیان میں طاعون شروع تھا۔ بعض لوگوں نے جو قادیان کے گُمہار وغیرہ تھے، آ کر بیعت کر لی تو میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے کہا ”اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا“ (التوبہ:۹۷) کہ اعرابی ایسے ویسے ہی ہوتے ہیں یعنی ان لوگوں کو کوئی سمجھ نہیں ہوتی۔ ڈر کے مارے یا دیکھا دیکھی بیعت کر لیتے ہیں اور دل میں ایمان نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب نے میر صاحب کے جب یہ الفاظ سُنے تو فرمایا۔ میر صاحب! سب لوگ یکساں نہیں ہوتے۔ جیسے مثلاً سیکھواں والے ہیں۔ اس طرح حضور نے ہم تینوں بھائیوں کو اس طبقہ سے مستثنیٰ کر دیا۔ جو ہماری انتہائی خوشی کا باعث ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہی روایت میاں خیر دین صاحب کی زبانی نمبر 637 کے ماتحت بھی گذر چکی ہے۔

(سیرۃ المہدی، جلد اول، مطبوعہ قادیان 2008)

مسلمان اگر ربّ کعبہ کی عبادت کرتے ہیں اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانیوں اور خانہ کعبہ کے مقصد کو پورا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو پھر اپنے دلوں میں بھی امن وسلامتی اور پیار ومحبت کے شہر بسائیں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کی بجائے رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ کے نمونے پیش کریں

احمدی اُس روح کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو اس عید کے منانے کی روح ہے اور جو اِس عید پر قربانیاں کرنے کی روح ہے تبھی ہم اپنے مخالفین کا مقابلہ کرسکتے ہیں تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرسکتے ہیں

واقفین نو جو اِس وقت جماعتی خدمت میں آ گئے ہیں انہیں بھی اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی تبھی اللہ تعالیٰ اُن کیلئے ہمیشہ بھلائی اور بہتری کے راستے کھولتا رہے گا

خلاصہ خطبہ عیدالاضحیہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 10/جولائی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے عیدالاضحیٰ منا رہے ہیں یعنی قربانی کی عید۔ اُس قربانی کی یاد میں جو ہزاروں سال پہلے باپ بیٹے اور ماں نے دی تھی۔ یہ کوئی وقتی قربانی نہیں تھی بلکہ مسلسل کئی سالوں پر پھیلی ہوئی قربانی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیوی اور لاڈلے بیٹے کو ایک بے آب و گیاہ جگہ میں چھوڑ دیا۔ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا۔ اور بیوی کو جب پتہ چلا کہ ہمیں ابراہیم اس جگہ اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑے جا رہے ہیں تو اُن کے ایمان کا بھی کیا اعلیٰ معیار تھا۔ بڑے یقین سے اور عزم سے کہا کہ پھر جاؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سب کچھ ہے تو پھر خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ضائع نہیں کیا۔ وہیں پانی کا بھی انتظام کر دیا، خوراک کا بھی انتظام کر دیا اور ہر ضرورت کی چیز وہاں مہیا کر دی۔

ہر سال لاکھوں لوگ حج کے لئے وہاں جاتے ہیں سارا سال عمرے کے لئے بھی لوگ جاتے رہتے ہیں۔ کہاں تو وہ بے آب و گیاہ جگہ تھی اور کہاں لاکھوں لوگوں کے روزگار وہاں مہیا ہیں اور کروڑوں لوگوں کو خوراک وہاں میسر ہے۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے کرنے کا اظہار کہ ایک وعدہ کیا اور ایک نشان کے طور پر اس کی چمک دکھلا دی۔ اپنے وعدہ کے مطابق اس میں وہ نبی پیدا کیا جس پر کروڑوں لوگ روزانہ درود وسلام بھیجتے ہیں اور قیامت تک بھیجتے چلے جائیں گے۔ اس خاتم الانبیاء اور آخری رسول کے پیغام کو دنیا کے ہر ملک میں پہنچا دیا۔ تھوڑے سے عرصہ میں ایک وسیع علاقے پر اسلام کا پیغام پہنچ گیا اور اب دنیا کے ہر کونے میں پہنچا ہوا ہے۔ پس یہ ہیں خدا تعالیٰ کے کام۔ جو اس کی طرف جھکتا ہے اس کے حکموں پر عمل کرتا ہے اس کی رضا کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہوتا ہے وہ سچے وعدوں والا اس سے اپنے پیار کا اظہار بھی کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق تکمیل اشاعت دین اور اسلام کی برتری تمام ادیان پر ثابت کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق اور عاشق صادق کو مبعوث فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی غلام صادق ہے جس نے اعلان کیا کہ میں وہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں جس کے آنے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ یہی وہ اللہ تعالیٰ کا پہلوان ہے جس نے نہ صرف اسلام کی خوبصورت تعلیم پیش کر کے اسلام کا حسن لوگوں کو بتایا بلکہ ہر مخالف کو چیلنج دیا کہ کوئی دین اور مذہب ایسا نہیں ہے جو اسلام جیسی خوبصورت تعلیم پیش کر سکے۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی یہ تلقین فرمائی کہ یہ جنگ وجدل کا نہیں بلکہ پیار محبت سے اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کا زمانہ ہے اور یہ اعلان کیا کہ یہی زمانہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اُس مرد میدان نے دنیا میں آنا تھا جس نے اسلام کی تعلیم کی احیائے نو کرنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں نہ آتا تو کوئی اور آتا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کا یہی وقت تھا۔ پس مسلمانوں کو فرمایا کہ تم خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اس شخص کو عین وقت پر بھیج دیا اور بجائے اس جری اللہ کی مخالفت کرنے کے اس کے ساتھ جڑ کر اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلاؤ۔ اپنی خود ساختہ رسومات اور بدعات کو ختم کرو اور اس تعلیم پر عمل کرو جو اسلام کی حقیقی اور اصل تعلیم ہے کہ یہی راستہ مسلمانوں کے لئے بھی راہ نجات ہے اور یہی راستہ دنیا کے ہر شخص کی بقا کی ضمانت ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس فرستادے کے ساتھ جڑ کر اسلام کی تعلیم کو دنیا کے طول وعرض میں پھیلانے کے لئے آگے بڑھتی اللہ تعالیٰ کے اس بھیجے ہوئے اور فرستادے کی مخالفت میں کمر بستہ ہے اور بجائے اس کے کہ مسلمان اپنے آباء کی قربانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہاتھوں کو روکنے کی کوشش کرتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنتے آپس میں ایک دوسرے کے خون پر تلے ہوئے ہیں بلکہ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی میں دنیا میں امن اور سلامتی کو قائم کرنے آیا ہے اس کی اس حد تک مخالفت میں بڑھے ہوئے ہیں کہ گزشتہ سوا سو سال سے اس کے ماننے والوں کے قتل کے فتوے دے رہے ہیں اور انہیں قتل کر رہے ہیں ان کی جائیدادیں لوٹ رہے ہیں۔ مردوں کی قبریں اکھیڑ کر ان کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ یہ کون سا اسلام ہے جو یہ لوگ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اسلام تو امن اور سلامتی کا مذہب ہے اسلام تو محبت اور پیار کا مذہب ہے۔ آج کی عید جن کی وجہ سے منائی جا رہی ہے وہ تو اپنی آزادی اپنی عزت اپنی جان خدا تعالیٰ کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہوئے تھے۔ انہوں نے جس شہر کی خواہش کی تھی اسکے لئے تو یہ دعا کی تھی کہ رَبِّ اجۡعَلۡ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا۔ کہ اے میرے رب اس جگہ کو ایک پُرامن شہر بنا دے تا کہ جو یہاں رہنے والے ہوں امن اور سلامتی سے رہنے والے ہوں۔ پس کیا یہ دعا مسلمانوں سے تقاضا نہیں کرتی کہ اگر اس شہر کی طرف منسوب ہوتے ہیں اگر ربّ کعبہ کی عبادت کرتے ہیں اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانیوں اور خانہ کعبہ کے مقصد کو پورا کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو پھر اپنے دلوں میں بھی امن وسلامتی اور پیار ومحبت کے شہر بسائیں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کی بجائے رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ کے نمونے پیش کریں۔ دنیا کو سلامتی اور امن کا پیغام دیں۔ زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی موعود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق آیا اس پر کفر کے فتوے لگانے اور اس کے ماننے والوں پر ظلم وتعدی کرنے کی بجائے آج کے دن کی عید کو امن وسلامتی کے پیغام سے اور مسیح موعود کی بیعت میں آ کر حقیقی عید بنائیں۔ اگر یہ سوچ پیدا نہیں کریں گے تو لاکھ عیدیں منائیں وہ اسلام کی تعلیم کے مطابق منانے والی عیدیں نہیں ہیں۔ جتنے چاہیں حج کر لیں وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مخالف چلنے والوں کے حج ہیں۔ سوچیں اور غور کریں۔ کہیں کلمہ پڑھنے والوں اور خدائے واحد اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو حج اور دوسری عبادات سے روکنا انہیں خدا تعالیٰ کی پکڑ میں لانے والا نہ بنا دے اور اب تو پاکستان میں باقاعدہ انتظامیہ کی طرف سے بھی بعض جگہ اعلان کیا گیا ہے کہ عید کے تین دن کوئی احمدی کسی جانور کو ذبح نہیں کر سکتا چاہے قربانی کے لئے ہو یا کسی بھی مقصد کے لئے ہو کیونکہ اس طرح اسلامی شعائر کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ۔ یہ قربانی صرف ان نام نہاد مسلمان علماء کا حق ہے صرف ان لوگوں کا حق ہے جن پر یہ علماء مسلمان ہونے کی مہر ثبت کریں۔ ان لوگوں کیلئے اُس مہر کی کوئی حقیقت نہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شخص کو مسلمان بنانے کی مہر ہے۔

بہرحال جب ایسے حالات اپنے انتہا کو پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بھی چلتی ہے اور پھر وہ ہر ایک ظلم کو پیس کے رکھ دیتی ہے اس کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ ہم احمدی تو قربانی کرنے والے ہیں۔ ان عیدوں اور اپنی تاریخ سے ہم نے قربانیوں کے سبق سیکھے ہیں اور جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے ہم نے عہد بھی کئے ہیں۔ پس صبر اور دعاؤں سے کام لیں یقیناً یہ دعائیں ایک دن پھل لائیں گی انشاء اللہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانیاں بھی پھل لائی تھیں لیکن انہوں نے صبر اور دعا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے آنے والے عظیم رسول اور ان کے صحابہ کی قربانیاں بھی اپنے وقت پر رنگ لائیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے پورے فرمائے۔ پس کیا آج وہ سچے وعدوں والا خدا ہمیں چھوڑ دے گا؟ یقیناً نہیں۔ آج بھی وہ اپنے پر ایمان اور یقین رکھنے والوں اور مظلوموں کی مدد کو آئے گا۔ آج دشمن بیشک اپنی طاقت کے زعم میں ہم پر ظلم وزیادتی کر رہا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے سامنے اس کی طاقت کی ذرہ بھر بھی حیثیت نہیں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکیں۔ اس کی عبادتوں کے معیار قائم کریں اس کی مخلوق کے حقوق ادا کریں۔ اپنی قربانیوں کو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اپنے تقویٰ کے معیار بڑھائیں۔ حقیقت میں اس روح کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو اس عید کے منانے کی روح ہے اور جو اس عید پر قربانیاں کرنے کی روح ہے تبھی ہم اپنے مخالفین کا مقابلہ کر سکتے ہیں تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر سکتے ہیں اور جذب کرتے ہوئے ان وعدوں کو پورا ہوتے دیکھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائے تھے۔

حضور انور نے فرمایا: عیدالاضحیٰ کے حوالے سے ایک اور بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں جس کے بارے میں اکثر ملاقاتوں میں لوگ سوال کرتے ہیں کہ واقفین نو کی تربیت کس طرح کی جائے۔ اس بارے میں مختلف موقعوں پر خطبات اور تقریروں میں میں بتا چکا ہوں لیکن مختصراً آج پھر اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔

والدین جو اپنے بچوں کو دین کی خاطر وقف کرنے کے لئے پیش کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ وقف ایک قربانی چاہتا ہے اور اس قربانی کا معیار کیا ہے؟ اس کا معیار وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے کہا کہ میں نے تجھے خواب میں گلے پر چھری پھیرتے دیکھا ہے تو بیٹے نے جس کی تربیت بزرگ اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ماں باپ نے کی تھی فوراً جواب دیا کہ اَے میرے باپ تُو اپنی رؤیا پوری کر تُو مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ پس وقف کرتے وقت والدین کی یہ سوچ ہونی چاہئے کہ ہم اپنے بچوں کو وقف کے لئے پیش کر رہے ہیں تو ان کی تربیت بھی اسی نہج پر ہو اور ان کے لئے دعائیں بھی ہوں تا کہ ہمارے بچوں کا جواب بھی اسماعیل والا جواب ہو۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب والدین کے اپنے عملی نمونے نیکی اور تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہوں۔ اسی طرح جو بچے اب جوان ہو کر وقف میں آ گئے ہیں انہیں اگر فکر ہونی چاہئے تو یہ کہ ہم کس طرح اپنی وفا اور قربانی کے معیار کو بڑھائیں نہ یہ کہ ہم کس طرح اپنے گھر کا خرچہ چلائیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور تقویٰ میں بڑھیں تو اللہ تعالیٰ خود ضروریات پوری فرما دیتا ہے۔ پس واقفین نو جو اس وقت جماعتی خدمت میں آ گئے ہیں انہیں بھی اپنے اندر اسماعیلی صفات پیدا کرنی ہوں گی تبھی اللہ تعالیٰ ان کے لئے ہمیشہ بھلائی اور بہتری کے راستے کھولتا رہے گا۔

حضور انور نے فرمایا اب ہم دعا بھی کریں گے۔

حضور انور نے اسیران راہ مولیٰ شہدائے احمدیت کے بچوں۔ تمام واقفین اور ہر احمدی کے لئے دعا کی تحریک فرمائی اور فرمایا دعا سے پہلے میں سب کو عید مبارک بھی کہہ دوں۔ اللہ تعالیٰ یہ عید ہر لحاظ سے سب کے لئے مبارک فرمائے اور ہم حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری جو بھی معمولی قربانیاں یا کوششیں ہیں ان کو قبول فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر ہمیں چلائے۔

......☆......☆......☆......

’’میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کیلئے مامور کیا ہے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

حقیقی فائدہ ان تین دنوں کے جلسوں کا تبھی ہے جب ہمارا ایمان صیقل ہو

’’میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو‘‘

’’بغیر عمل کے ہمارے ایمان لانے کے دعوے کھوکھلے ہیں‘‘

’’یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے‘‘

صرف برائیوں کو چھوڑنا تقویٰ نہیں بلکہ اخلاق فاضلہ میں ترقی کرنا تقویٰ ہے

’’کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ‘‘

’’امتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے‘‘

افتتاحی خطاب سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع جلسہ سالانہ برطانیہ فرمودہ 2 اگست 2019ء بروز جمعۃ المبارک بمقام حدیقۃ المہدی (جلسہ گاہ) آلٹن ہمپشئر، یو.کے

(قسط اوّل)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ○

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ○ (آل عمران: 194) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہم نے یقیناً ایک ایسے پکارنے والے کی آواز جو ایمان دینے کیلئے بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ سنی ہے۔ پس ہم ایمان لے آئے اس لیے اے ہمارے ربّ! تُو ہمارے قصور معاف کر اور ہماری بدیاں ہم سے مٹا دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ ملا کر وفات دے۔

آج ہمارا یہاں جمع ہونا اس لیے ہے کہ ہم اس بات کا اعلان اور اظہار کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور احسان سے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادقؑ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ جس نے ہمیں کھول کھول کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل سے ہی ہماری دنیا اور عاقبت سنور سکتے ہیں۔ بغیر عمل کے ہمارے ایمان لانے کے دعوے کھوکھلے ہیں۔ زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح کیا کہ بیعت میں آنے کے بعد اپنی حالتوں کو بدلنے اور اس حالت میں لانے کی ضرورت ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول نے حکم دیا ہے ورنہ یہ اعلان بے معنی ہے کہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا

اے ہمارے ربّ! ہم نے یقیناً ایک ایسے پکارنے والے کی آواز جو ایمان دینے کیلئے بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے ربّ پر ایمان لاؤ سنی ہے پس ہم ایمان لے آئے۔ یقیناً اگر ہمارے عمل اس تعلیم کے مطابق نہیں جو ہمیں بتائی گئی ہے تو ہمارا یہ اعلان کہ ہم ایمان لے آئے ہیں بالکل کھوکھلا اعلان ہے۔ پس حقیقی ایمان لانے اور ایمان کو مضبوط کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے جائزے لیں کہ ہمارے ایمان کے کیا معیار ہیں، یہ دیکھیں کہ ایمان لانے کے بعد ہمارے ایمان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے معیار کے مطابق ہیں یا نہیں۔ کہیں ہم اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے فرمان کے نیچے تو نہیں آ رہے جہاں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ۭ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْــــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (الحجرات: 15) یعنی اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ تُو ان سے کہہ دے کہ تم حقیقتاً ایمان نہیں لائے لیکن تم یہ کہا کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر فرمانبرداری قبول کر لی ہے کیونکہ اے اعراب! ابھی ایمان تمہارے دلوں میں حقیقتاً داخل نہیں ہوا اور اے مومنو! اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پس یہ بڑے غور اور فکر کا مقام ہے۔ اگر ہمارے عمل نہیں ہیں تو ہماری حالت اُن اَن پڑھوں اور جاہلوں والی ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے غلامِ صادق کی ظاہری طور پر فرمانبرداری تو کر رہے ہیں لیکن حقیقی ایمان، ایمانی کیفیت جو ہے اس سے ابھی بہت دور ہیں۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور حقیقی ایمان کی حالت پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے معیاروں کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے، یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نے اپنے اندر وہ حالتیں پیدا کر لی ہیں جو ایک مومن کیلئے ضروری ہیں؟ کیا ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد آپ علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں؟ وہ کیا معیار ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے رکھے ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ ایمان کی حالت پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کیا معیار ایک مومن کیلئے بتائے ہیں، وہ کیا معیار ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اپنے ماننے والوں میں قائم فرمایا اور جن کی تجدید اور دنیا میں دوبارہ قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور انہوں نے پھر کھول کر یہ معیار ہمارے سامنے رکھے تا کہ ہم اپنی ایمان کی حالت کا اندازہ کر سکیں۔ پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زمانے کے امام کی فرمانبرداری میں لے آیا، آپؑ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ پس اس خوش قسمتی پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ایمان کی حقیقی حالتوں کی نشان دہی کرنے اور توجہ دلانے کیلئے اپنے فرستادے کا ہمارے زمانے میں انتظام فرمایا اور پھر اپنی خاص تائیدات سے یہ انتظام بھی فرما دیا کہ علاوہ اَور بہت سارے موقعوں کے ایسے مواقع پیدا فرما دیے جن میں ہم تین دن کیلئے اپنے ایمان کی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کریں۔

پس حقیقی فائدہ ان تین دن کے جلسوں کا تبھی ہے جب ہمارا ایمان صیقل ہو اور جب ہم اپنے ایمان کو صیقل اور مضبوط کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں اور اُن توقّعات پر پورا اتریں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے کی ہیں۔ آپ علیہ السلام نے مختلف مواقع پر جو رہنمائی فرمائی ہے، جو معیار ہماری ایمانی حالتوں کے آپؑ ہم سے چاہتے ہیں اور جن کی بار بار آپؑ نے تلقین فرمائی ہے ان میں سے کچھ کا مَیں آج آپ کے سامنے ذکر کروں گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے تسلیم تو کر لیا، یہ مان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد و یگانہ ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد اب کوئی اَور شریعت لانے والا نبی نہیں آئے گا اور پھر مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں تجدیدِ دین کے لیے بھیجے گئے ہیں لیکن اگر ہمارے عمل اس شریعت کے مطابق نہیں تو پھر ایمان کی حالت پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ حقیقی ایمان پیدا کرنے کیلئے تقویٰ ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا بلکہ ایمان شروع ہی نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ و طہارت ہی وہ جڑ ہے جس سے ایمان شروع ہوتا ہے۔ اس جڑ کو مضبوطی ہی تقویٰ سے ملتی ہے۔ اس کو پانی اور خوراک تقویٰ سے ہی ملتا ہے اور پھر انسان ایمان میں بڑھتا ہے۔ وہ پرانی بیماریوں اور ناپاکیوں سے دھویا جاتا ہے۔ اَسْلَمْنَا سے نکل کر اٰمَنَّا میں داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ’’اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کیلئے انبیاء آتے ہیں وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (الشمس: 10) کا مصداق ہوگا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شَے ہے۔ انسان پاک اور مطہر ہو تو فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی قدر نہیں ہے ورنہ ان کی لذّات کی ہر ایک شَے حلال ذرائع سے ان کو ملے۔ چور چوری کرتا ہے۔‘‘ جو بھی آپ چاہتے ہیں حلال ذرائع سے ہر چیز مل سکتی ہے اگر تقویٰ ہو۔ فرمایا کہ ’’چور چوری کرتا ہے کہ مال ملے لیکن اگر وہ صبر کرے تو خدا تعالیٰ اسے اَور راہ سے مال دار کر دے گا۔ اسی طرح زانی زنا کرتا ہے۔ اگر صبر کرے تو خدا تعالیٰ اسکی خواہش کو اَور راہ سے پوری کر دے جس میں اسکی رضا حاصل ہو۔‘‘ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔‘‘ یعنی اگر ایمان ہے تو یہ حرکتیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ کیونکہ

ایمان ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات پر حقیقی ایمان ہو، تقویٰ ہو تو ان برائیوں کے قریب بھی انسان نہیں جا سکتا۔ فرماتے ہیں کہ ’’جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے؟ اصل جڑ اور مقصود تقویٰ ہے جسے وہ عطا ہو تو سب کچھ پا سکتا ہے۔ بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صغائر اور کبائر سے بچ سکے۔‘‘ چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بچ سکے۔ فرمایا کہ ’’انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے۔‘‘ حکومتیں قانون بناتی ہیں، حکم دیتی ہیں یہ گناہوں سے نہیں بچا سکتیں۔ کیوں؟ فرمایا ’’حکام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ ان کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے ورنہ وہ کبھی نہ کرے اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے۔‘‘ اگر یہ خیال ہو کہ مجھے کوئی دیکھ نہیں رہا۔ اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو یہ خیال ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا اس کا مطلب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایمان اٹھ گیا اور جب ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں رہا، یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا اور اللہ تعالیٰ کی پروا نہیں تو پھر یہ دہریوں والی حرکت ہے، خدا پر یقین نہ ہونے والی حرکت ہے۔ اور فرمایا ’’اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ مجھے دیکھتا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔‘‘ فرماتے ہیں ’’تقویٰ سے سب شَے ہے۔ قرآن نے ابتدا اسی سے کی ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ: 5) سے مراد بھی تقویٰ ہے کہ انسان اگرچہ عمل کرتا ہے مگر خوف سے جرأت نہیں کرتا کہ اُسے اپنی طرف منسوب کرے اور اُسے خدا کی استعانت سے خیال کرتا ہے اور پھر اسی سے آئندہ کیلئے استعانت طلب کرتا ہے۔‘‘ عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اس عبادت کرنے کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی مدد ہی انسان طلب کرتا ہے اس لیے یہ دعا سکھائی گئی ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ پھر فرمایا ’’پھر دوسری سورت بھی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے شروع ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔ اس وقت خدا تمام داعی گناہ کے اٹھا دیتا ہے۔‘‘ جب انسان میں تقویٰ ہوتا ہے تو وہ تمام ذرائع جو گناہ کی طرف لے جانے والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ختم کر دیتا ہے اور فرمایا کہ ’’بیوی کی ضرورت ہو تو بیوی دیتا ہے۔ دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے۔ جس شَے کی حاجت ہو وہ دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔‘‘

فرماتے ہیں ’’ایک اَور آیت قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (حٰمٓ السجدہ: 31) اس سے بھی مراد متقی ہیں ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یعنی اس پر زلزلے آئے۔ ابتلا آئے۔‘‘ لیکن مستقل مزاجی سے اپنے دین پر قائم رہا، نیکیوں پر قائم رہا، تقویٰ پر قائم رہا، ان زلزلوں کے باوجود، ابتلا کے باوجود استقامت دکھائی۔ ’’آندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو اس سے کر چکے ہیں۔‘‘ اللہ تعالیٰ سے ’’اس سے نہ پھرے۔ پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا کیا اور صدق اور وفا دکھلائی۔ تو اس کا اجر یہ ملا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ یعنی ان پر فرشتے اترے اور کہا کہ خوف اور حزن مت کرو۔ تمہارا خدا متولّی ہے۔ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السجدہ: 31) اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے اور اس جنت سے یہاں مراد اس دنیا کی جنت ہے جیسے قرآن مجید میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن: 47) پھر آگے ہے نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السجدہ: 32) دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے ولی اور متکفل ہیں۔‘‘ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 251 تا 253)

پس یہ ہے معیار اور یہ ہے پھر ایسا معیار دکھانے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سلوک۔ اگر یہ ہو تو حقیقی تقویٰ ملتا ہے۔ یہ ہے وہ چیز جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔ پھر تقویٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر آپؑ نے فرمایا ’’ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے۔ تقویٰ ہونا چاہیے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے۔ اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہو گی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزو اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو‘ فرماتے ہیں ’’اس وقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض تقویٰ مفقود ہے۔‘‘ تقویٰ ہے ہی نہیں دنیا میں۔ ’’اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔ حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اس کی معرفت ہو۔ جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکل نہیں ہو سکتے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 357-358)

اور جو متوکّل نہیں اس کے ایمان کی حالت کمزور ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بے شک مانتے ہیں لیکن ایمانی حالت نہیں ہم کہہ سکتے۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مانتے ہیں جیسا کہ میں نے کہا وہ کہتے ہیں الحمد للہ ہم مسلمان ہیں لیکن جو ایمان کی مضبوطی ہے، اسکے لوازمات جو ہیں جو چیزیں اس کیلئے ضروری ہیں وہ ان میں نہیں ہیں۔ وہ مفقود ہیں۔

اس زمانے میں ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا یہ چیزیں مفقود ہیں، تقویٰ کی ہی ضرورت ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے فرستادوں کو بھیجتا ہے تا کہ دنیا میں تقویٰ کو دوبارہ قائم کریں اور اسی لیے اس نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے، اسی لیے آپؑ نے بار بار ہمیں اسکے حصول کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک موقع پر تقویٰ کی ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان الفاظ میں فرمایا کہ ’’جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔‘‘ یہ ایک اَور بڑا معیار ہے اور یہی ایسا تقویٰ ہونا چاہیے کہ معمولی سا بھی انسان میں نقص نہ ہو۔ فرمایا کہ ’’جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔‘‘ آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔‘‘ آپؑ کو الہاماً فرمایا کہ ’’......اِنِّيْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاَلُوْمُ مَنْ يَّلُوْمُ اُفْطِرُ وَاَصُوْمُ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اس کو ملامت کروں گا جو ملامت کرتا ہے۔ میں روزہ کھولوں گا بھی اور روزہ رکھوں گا بھی۔‘‘ کچھ حصہ کی میں وضاحت کر دیتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ملامت ایک دل کے ساتھ ہوتی ہے۔ آپ کے الفاظ میں وضاحت ہے کہ ’’ملامت ایک دل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک زبان کے ساتھ۔ زبان کے ساتھ تو یہی ملامت ہے جو مخالف کرتے ہیں۔‘‘ کہ ہمیں گالیاں دیتے ہیں برا بھلا کہتے ہیں ’’لیکن دل کی ملامت یہ ہے۔‘‘ یہ بڑے غور کی بات ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’دل کی ملامت یہ ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں اور ان پر عمل کیلئے تیار نہ ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 360)

پس باتوں پہ عمل نہ کرنا یہ بھی ایک طرح کی ملامت ہے۔ آگے اسکی وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی امید رکھنی فضول ہے مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس حد تک صفائی کرو اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔‘‘ فرمایا کہ ’’انسان جب متّقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے نہ صرف نجات بلکہ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: 4) پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے۔‘‘ ایسی ایسی جگہوں سے رزق دیتا ہے جہاں سے انسان گمان بھی نہیں کر سکتا اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے اور پھر متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو۔‘‘ ایک مومن کے لیے لکھا پڑھا ہونا عزت و تکریم کا باعث نہیں ہے اگر اس میں تقویٰ نہیں۔ فرمایا ’’لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل اُمّی ہو۔‘‘ اَن پڑھ ہو ’’مگر متقی ہو وہ معزز ہوگا۔‘‘ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 361 تا 362) اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ معزز ہوگا۔

متقی بننے کیلئے جن باتوں کی ضرورت ہے وہ بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اسکے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریا، عُجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکّا ہو تو اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے ان کے‘‘ یہ سارے اخلاق جو ہیں برائیاں ہیں ان سے پرہیز کر کے اس کے ’’بالمقابل اخلاق فاضلہ میں ترقی کرے‘‘ یہ تقویٰ ہے۔ صرف برائیوں کو چھوڑنا تقویٰ نہیں بلکہ اخلاق فاضلہ میں ترقی کرنا تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ ’’لوگوں سے مروت، خوش خُلقی، ہمدردی سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقام محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں۔‘‘ جن میں سب یہ باتیں جمع ہوتی ہیں کہ ان کے اخلاق بھی اچھے ہیں، سچائی پہ قائم ہیں، خوش خلقی کرنے والے ہیں، لوگوں سے ہمدردی کرنے والے ہیں، لوگوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے ہیں اور ہر طرح سے تقویٰ کی تلاش میں ہیں تو فرمایا کہ خدمات کے مقام محمود تلاش کرے۔ صرف یہاں رک نہ جائے بلکہ ان کے بھی معیار بلند کرتا جائے جہاں لوگ تعریف کرنے والے ہوں جہاں خدا تعالیٰ بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے والا ہو۔ فرمایا کہ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں ’’وہی اصل متّقی ہوتے ہیں فرمایا کہ (یعنی اگر ایک ایک خُلق فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اسے متقی نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاق فاضلہ اس میں نہ ہوں) اور ایسے ہی شخصوں کیلئے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ: 63) ہے۔ اور اسکے بعد ان کو کیا چاہیے۔‘‘ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ضمانت دے دی کوئی خوف نہیں ان کو ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے تو اس کے بعد انسان کو اَور کیا چاہیے۔ فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولی ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (الاعراف: 197) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں، ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں، ان کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتے ہیں، ان کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں اور ایک اَور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کیلئے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا بچہ چھینے تو وہ غضب سے جھپٹتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 400-401)

ایک موقعے پر بعض بیعت کرنے والوں کو بیعت کے بعد نصیحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’خدا کی رحمت کے سرچشمہ سے فائدہ اٹھانے کا اصل قاعدہ یہی ہے خدا تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ جیسے اس انسان کا

قدم بڑھتا ہے ویسے ہی پھر خدا کا قدم بڑھتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف ویسے ہی پھر خدا کا قدم بھی بڑھتا ہے۔

پھر آگے آپؑ نے وضاحت فرمائی کہ اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھیں۔ ان کو نصیحت فرماتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ ''......اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کیلئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شئے نہیں ہے۔'' نمازوں کی پابندی ضروری ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت بڑھتی ہے۔ فرمایا ''کیونکہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں اور زکوٰۃ صاحب مال کو دینی پڑتی ہے مگر نماز ہے کہ ہر ایک حیثیت کے آدمی کو پانچوں وقت ادا کرنی پڑتی ہے۔'' بڑا ہے، چھوٹا ہے، امیر ہے، غریب ہے، مرد ہے، عورت ہے جہاں یہ فرض ہے اس کو ادا کرنی ہے۔ ''اسے ہرگز ضائع نہ کریں۔ اسے بار بار پڑھو اور اس خیال سے پڑھو کہ مَیں ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لیوے۔'' یہ ایمان ہونا چاہیے۔ ''اسی حالت میں بلکہ اسی ساعت میں بلکہ اسی سیکنڈ میں کیونکہ دوسرے دنیوی حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں اور ان کو فکر ہوتی ہے کہ خزانہ خالی نہ ہو جاوے اور ناداری کا ان کو فکر لگا رہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا خزانہ ہر وقت بھرا بھرا یا ہے۔ جب اسکے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے۔'' یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو سننے والا ہے اور وہ حالت اور کیفیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے مانگ رہا ہے۔ ''اُسے اس امر پر یقین ہو کہ میں ایک سمیع علیم اور خبیر اور قادر ہستی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اگر اسے مہر آ جاوے تو ابھی دے دیوے۔'' اگر خدا تعالیٰ مہربان ہو جائے تو ابھی بخش دے اسی وقت بخش دے جب انسان دعا کر رہا ہے۔ فرمایا ''بڑی تضرّع سے دعا کرے ناامید اور بدظن ہرگز نہ ہووے اور اگر اسی طرح کرے تو (اس راحت کو) جلدی دیکھ لے گا اور خدا تعالیٰ کے اور اور فضل بھی شامل حال ہوں گے۔ اور خود خدا بھی ملے گا۔ تو یہ طریق ہے جس پر کاربند ہونا چاہیے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 401-402)

پس ایمان کی حقیقی حالت یہی ہے جس کا اندازہ ان باتوں سے ہر ایک خود لگا سکتا ہے اور جب ایسا ایمان ہو جاتا ہے کہ سب حاجتیں صرف خدا تعالیٰ کے سامنے بیان کرنی ہیں اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کرنا ہے تو یہی حقیقی ایمان ہے اور یہی وہ حالت ہے جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہم سے چاہتا ہے اور جو اس زمانے میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔

پھر ایمانی حالتوں کی مثال ایک جگہ آپ نے اس طرح دی ہے کہ جس طرح رات دن اکٹھے نہیں ہو سکتے اس طرح ایمان اور گناہ بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایمان ہو اور انسان گناہ کرنے والا ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ رات اور دن ایک جگہ پہ موجود ہوں پس جب وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے تو ایمان اور گناہ بھی جمع نہیں ہو سکتے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 314)

ایک اَور معیار ہمارے سامنے آپؑ نے رکھ دیا کہ اس طرح اپنے جائزے لو۔

پھر ایمان کی حالت کو بہتر کرنے اور اپنے عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کرنے اور خدا تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے کیلئے آپؑ نے ہمیں ایک نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ''الہام میں جو یہ آیا ہے اِلَّا الَّذِيْنَ عَلَوْا بِاسْتِكْبَارٍ۔'' فرمایا کہ ''یہ بڑا منذر اور ڈرانے والا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بار بار کشتی نوح کو پڑھو اور قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے موافق عمل کرو۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تم نے اپنی قوم کی طرف سے جو لعنت ملامت لینی تھی لے چکے لیکن اگر اس لعنت کو لے کر خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی تمہارا معاملہ صاف نہ ہوا اور اس کی رحمت اور فضل کے نیچے نہ آؤ تو پھر کس قدر مصیبت اور مشکل ہے۔'' فرماتے ہیں ''اخباروں والے کس قدر شور مچاتے ہیں اور ہماری مخالفت میں ہر پہلو سے زور لگاتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کے کام بابرکت ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس برکت سے حصہ لینے کیلئے ہم اپنی اصلاح اور تبدیلی کریں۔'' آج کل بھی ہم دیکھ لیتے ہیں اخباروں سے بڑھ کر اب سوشل میڈیا میں بے انتہا غلاظت اور دریدہ دہنی کی جاتی ہے جماعت کے متعلق، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اور کیا کچھ حیلے نہیں استعمال ہو رہے لیکن ایسی حالت میں ہمیں پھر اپنی حالتوں کو بدلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ جھکنے کی ضرورت ہے تب ہی اللہ تعالیٰ ایک انقلابی تبدیلی پیدا کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آپؑ فرماتے ہیں ''اس لیے تم اپنے ایمانوں اور اعمال کا محاسبہ کرو کہ کیا ایسی تبدیلی اور صفائی کر لی ہے کہ تمہارا دل خدا تعالیٰ کا عرش ہو جائے اور تم اس کی حفاظت کے سایہ میں آ جاؤ۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 69-70 حاشیہ نمبر 2)

پھر آپؑ نے فرمایا ''مَیں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نِرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے۔'' صرف چھلکے پر بھروسا نہ کرو، مغز کو حاصل کرنا ہے، اصل مقصد کو حاصل کرنا ہے۔ اس وقت تک نجات نہیں مل سکتی جب تک اصل مقصد حاصل نہ ہو۔ فرمایا ''قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے۔ اگر مرید خود عامل نہیں تو پیر کی بزرگی اسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔'' یہ ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ ہر عمل کرنے والے کے عمل کو میں اجر دوں گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ خود عمل کرنے والے نہیں تو میری بیعت یا میری مریدی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ ''جب کوئی طبیب کسی کو نسخہ دے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں رکھ دے تو اسے ہرگز فائدہ نہ ہوگا کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا جس سے وہ خود محروم ہے۔'' فرمایا کہ ''کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشّمس: 10)۔ یوں تو ہزاروں چور، زانی، بدکار، شرابی، بدمعاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ امتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 232-233)

پھر بیعت کے ساتھ عملِ صالح کی ضرورت بیان کرتے ہوئے آپؑ نے بعض بیعت کرنے والوں کو ایک مجلس میں فرمایا کہ ''آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہیے کہ یہ سلسلہ حق ہے۔'' یہ سب کچھ سچ ہے اور ہم مانتے ہیں ''اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔'' فرمایا ''......صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو، متقی بنو، ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گزارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دعا، تضرع، صدقہ خیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔ مثل مشہور ہے کہ منتیں کرتا ہوا کوئی نہیں مرتا۔'' فرمایا کہ ''نرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پسِ پشت ڈال دے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرنی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274)

پس ان حالات میں جو آج کل بھی خاص طور پر بعض ملکوں میں ہمارے حالات ہیں۔ ایسے میں صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ ہی ایک جگہ ہے اور اسکو حاصل کرنے کیلئے ہمیں اپنے اندر حقیقی تقویٰ اور ایمان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کو غور سے سننے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

عمل صالح کیا ہے اس بارے میں مزید آپؑ فرماتے ہیں کہ ''قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔'' انسان کے عمل کی چوریاں بھی ہوتی ہیں اور ہر وقت چور اس کی تاک میں رہتا ہے اور چوری کرنے کی فکر میں ہوتا ہے اور وہ چور کس طرح پڑتے ہیں اور وہ چور کون ہیں؟ فرمایا کہ ''ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کیلئے ایک عمل کرتا ہے)'' یہ چور ہے انسان کے عمل کا۔ ''عُجب'' ایک چور ہے'' (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے)'' کہ میں نے بڑا نیک کام کر لیا حالانکہ اصل نیکی تو اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے ہم نے دل سے کی تھی اللہ تعالیٰ کی خاطر کی تھی یا صرف دکھانے کیلئے کی تھی۔ اسی بات پہ خوش نہیں ہو جانا چاہیے کہ ایک نیکی کر لی۔ ''اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔'' یہ سب چور ہیں جو انسان کے عمل پر پڑتے ہیں۔ فرمایا کہ ''عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم، عجب، ریا، تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔'' ایسا عمل عمل صالح کہلا سکتا ہے۔ کسی کا بھی حق تلف نہ کرو، کوئی ظلم نہ کرو، کبھی ریاء نہ کرو، خود پسندی بالکل نہ ہو۔ فرمایا کہ ''جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔'' یعنی دنیا و آخرت میں عمل صالح ہی ہمیں بچا سکتے ہیں۔ آخرت میں بھی اگر ہمارے عمل اچھے ہوں گے تب ہی اللہ تعالیٰ ہم سے نیک سلوک کرے گا کہ ہمیں معاف کرے گا اور بہتر جزا دے گا اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں بھی عمل صالح کرو گے تو برائیوں سے بچو گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بن سکو گے۔ فرمایا ''اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔'' فرماتے ہیں کہ ''سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔'' (باقی آئندہ)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل لندن 21/جون 2022)

ارشاد باری تعالیٰ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

(سورۃ الفرقان:64)

ترجمہ: اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں ''سلام''

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا
HUSSAIN CONSTRUCTIONS & REAL ESTATE
(SINCE 1964) ﴿ہمارا عزم صاف ستھرا کاروبار﴾
قادیان دارالامان میں گھر، فلیٹس اور بلڈنگ کی عمدہ اور مناسب قیمت پر تعمیر کیلئے رابطہ کریں، اسی طرح قادیان دارالامان میں مناسب قیمت پر بنے بنائے نئے اور پرانے مکان/فلیٹس اور زمین کی خرید اور renovation کیلئے رابطہ کریں۔
(PROP: TAHIR AHMAD ASIF)
contact no. : 87279-41071, 83603-14884, 75298-44681
e mail : hussainconstructionsqadian@gmail.com
HUSSAIN CONSTRUCTIONS & REAL ESTATE

خدا نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اُس نے قرآن سکھانے کیلئے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے، خدا نے مجھے اِس غرض کیلئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں

یوم مصلح موعودؓ کی مناسبت سے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت پر حضور انور کا بصیرت افروز خطبہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 18؍فروری 2022 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: 20 فروری کو کس حوالے سے ہر سال دنیا بھر میں جلسے کئے جاتے ہیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: 20؍فروری کو پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے جلسے ہوتے ہیں۔

سوال: کس ٹیچر نے حضرت مصلح موعود کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ سے شکایت کی کہ یہ پڑھنے نہیں آتا اور اکثر سکول سے غائب رہتا ہے؟

جواب: ماسٹر فقیر اللہ صاحب جو اسکول میں حساب پڑھایا کرتے تھے انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے شکائت کی کہ یہ پڑھنے نہیں آتا اور اکثر سکول سے غائب رہتا ہے۔

سوال: جب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ان کے متعلق شکایت کی تو حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو کیا کہا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے حساب سکھا کر اسے کیا کرنا ہے۔ کیا ہم نے اِس سے کوئی دکان کرانی ہے؟

سوال: حضرت مصلح موعودؓ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر کی رؤیا کیا بیان فرمائی؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اس میں سے ٹن کی آواز پیدا ہوئی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک تصویر کے فریم کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ اس فریم میں سے ایک تصویر نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آ گیا اور اس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور تمہیں قرآن کریم کی تفسیر سکھانے کیلئے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ تب اس نے سورت فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کر دی۔ وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تک پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں ان سب نے صرف اِس آیت تک تفسیر لکھی ہے لیکن میں تمہیں اِس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ساری سورت فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھا دی۔

سوال: حضرت مصلح موعودؓ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے کیا مراد لی ہے؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ سے مراد یہ ہے کہ الٰہی ہم یہودی نہ بن جائیں اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ سے مراد یہ ہے کہ ہم نصاریٰ نہ بن جائیں۔

سوال: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ 1900ء کو کس کا موجب قرار دیا ہے؟

جواب: آپؓ فرماتے ہیں کہ سال 1900ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔

سوال: حضرت مصلح موعودؓ کو کیا کیا بیماریاں بچپن میں تھیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آنکھوں کی تکلیف جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا۔ چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا رہا۔ پھر اسکے ساتھ تلی بھی تھی۔ ریڈ آئیوڈائیڈ آف مرکری (MERCURY) کی تلی کے مقام پر مالش کی جاتی تھی۔ اِسی طرح گلے پر اس کی مالش کی جاتی خنازیر کی بھی شکایت تھی۔ غرض آنکھوں میں ککرے، جگر کی خرابی، عظم طحال (تلی کی بیماری) کی شکایت پھر اِسکے ساتھ بخار کا شروع ہونا جو چھ چھ مہینے تک نہ اترتا یہ یہ بیماریاں بچپن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو تھیں۔

سوال: ٹوڈا کسے کہتے ہیں؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ٹوڈا اونٹ کے بچے کو کہتے ہیں۔

سوال: حضرت مصلح موعود اپنی تعلیم کے سلسلے میں سب سے زیادہ احسان کس کا بیان فرماتے ہیں؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

سوال: جب حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا اردو امتحان لیا تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیا شکایت کی؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا اردو کا امتحان لیا۔ اس زمانہ میں میرا اتنا بدخط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتا لگائیں کہ میں نے کیا لکھا ہے مگر انہیں کچھ پتا نہ چلا۔ میر صاحب کی طبیعت میں بڑی تیزی تھی۔ غصہ میں فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ میں بھی اتفاقاً اس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی ان کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ نانا جان جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر پہنچے تو اَور بھی ڈر پیدا ہوا کہ اب نہ معلوم کیا ہو۔ خیر میر صاحب آ گئے اور حضرت صاحبؑ سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپ کو ذرا بھی توجہ نہیں ہے۔ میں نے اِس کا اردو کا امتحان لیا تھا۔ آپ ذرا پرچہ تو دیکھیں اِس کا اتنا برا خط ہے کہ کوئی بھی یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔

سوال: جب حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت مسیح موعودؑ کو حضرت مصلح موعود کے اردو کے بدخط کے بارے میں شکایت کی تو اس پر آپؑ نے کیا جواب دیا؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب میر صاحب کو اِس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا بلاؤ مولوی صاحب کو۔ جب آپ کو کوئی مشکل درپیش آتی تو آپ ہمیشہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول کو مجھ سے بڑی محبت تھی آپ تشریف لائے اور حسب معمول سر نیچے ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مولوی صاحب میں نے آپ کو اِس غرض کیلئے بلایا ہے کہ میر صاحب کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اِس کا امتحان لے لیا جائے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلم اٹھائی اور دو تین سطر میں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا اِس کو نقل کرو۔ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اور بڑی سوچ سمجھ کر اس کو نقل کر دیا۔ اول تو وہ عبارت کوئی زیادہ لمبی نہیں تھی۔ دوسرے میں نے صرف نقل کرنا تھا اور نقل کرنے میں تو اَور بھی آسانی ہوتی ہے کیونکہ اصل چیز سامنے ہوتی ہے اور پھر مَیں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور با وغیرہ احتیاط سے ڈالے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو فرمانے لگے مجھے تو میر صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہو گیا تھا مگر اِس کا خط تو میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اول تو پہلے ہی میرے حق میں تھے اور میری تائید میں ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے کہ حضور! میر صاحب کو یونہی جوش آ گیا ورنہ اِس کا خط تو بڑا اچھا ہے۔

سوال: حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن، بخاری، طب، تفسیر کس سے پڑھی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آپؓ نے قرآن، تفسیر، بخاری، طب حضرت خلیفہ اولؓ سے پڑھی؟

سوال: سب سے پہلی پبلک تقریر حضرت مصلح موعودؓ نے کب کی؟

جواب: حضورر انور نے فرمایا کہ 1907ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے سب سے پہلی پبلک تقریر کی۔

سوال: ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کیا مشورہ دیا؟

جواب: جب بچپن میں حضرت مصلح موعودؓ کی صحت اچانک خراب ہو گئی تو اس موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اِسے سِل ہو گئی ہے کسی پہاڑی مقام پر اِسے بھجوا دیا جائے۔

سوال: حضرت مصلح موعودؓ نے کو علم قرآن کے متعلق ساری دنیا کو کیا چیلنج کیا؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: خدا نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اُس نے قرآن سکھانے کیلئے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اِس غرض کیلئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔

......☆......☆......☆......

جب ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے نام کی غیرت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں گے
تبھی ہم حقیقت میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا کلمہ پڑھنے والے کہلا سکتے ہیں

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 7؍فروری 2005 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس دنیا میں کیوں مبعوث فرمایا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص توحید کے قیام کیلئے دنیا میں مبعوث فرمایا تھا۔

سوال: بوانہ کسے کہا جاتا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: بوانہ وہ بت خانہ ہے جہاں قریش حاضری دیتے تھے اور اسکی بہت تعظیم کرتے تھے اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے، وہاں سر منڈواتے تھے اور ہر سال ایک دن کا رات تک اعتکاف کرتے تھے۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدا تعالیٰ سے محبت دیکھ کر مکہ کے لوگ کیا کہا کرتے تھے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدا تعالیٰ سے محبت دیکھ کر مکہ کے لوگ کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰى رَبِّهٖ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔

سوال: جب ابوجہل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مارنے کی خاطر پتھر لے کر گیا تو وہ نعوذ باللہ کیوں نہ مار سکا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ابوجہل کہتا ہے کہ جب مَیں پتھر لے کر ان کی طرف گیا تا کہ اس کام کو پورا

کروں۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت قوی ہیکل اور خوفناک اونٹ منہ پھاڑ کر میری طرف حملہ آور ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے کھا جائے۔ مَیں فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا ورنہ جان بچانا ہی مشکل تھا۔

سوال: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے تو قریش کے ایک گروہ ہنسی ٹھٹھا کر رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے اس گروہ کو کیا کہا؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے گروہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے گروہ قریش! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مَیں تم جیسوں کی ہلاکت کی خبر لے کر آیا ہوں۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے۔ (ہزاروں ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضلیت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔

سوال: قریش کے سرداروں نے مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا بات کی اور بتوں کو برا بھلا نہ کہنے عوض میں کیا پیشکش کی؟

جواب: قریش کے سردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ جو بھی آپ چاہتے ہیں ہم آپ کو وہ دیں گے اگر آپ کا مقصد مال کو جمع کرنا ہے تو ہم اپنے مال اس قدر آپ کی نذر کرتے ہیں کہ آپ ساری قوم میں امیر کبیر ہو جائیں گے اور اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو سردار بنا دیتے ہیں۔ اگر بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ بنا دیں گے اور یہ جو آپ کے پاس کوئی جن یا آسیب آتا ہے تو ہم اس کے علاج میں اپنے تمام مال آپ پر خرچ کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ بولیں۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کیا جواب دیا؟ کہ جس قدر باتیں تم نے کی ہیں ان میں سے ایک بھی مجھ میں نہیں ہے۔ نہ مَیں مال چاہتا ہوں، نہ شرف چاہتا ہوں، نہ سلطنت چاہتا ہوں۔ مجھ کو تو خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب مجھ پر نازل فرمائی ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں تمہارے لئے بشیر و نذیر ہو جاؤں۔ خوشخبریاں بھی دوں اور ڈراؤں بھی۔ پس مَیں نے تم کو اپنے خدا کے پیغام پہنچا دیئے۔ اگر تم اس کو قبول کرو تو اس میں تمہارا اپنا فائدہ ہے اور اگر تم قبول نہ کرو تو تم اس وقت تک صبر کرو، مَیں بھی صبر کئے ہوئے ہوں، جب تک کہ خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ نہ فرمائے۔

سوال: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید کا کون سا مصرعہ بیان فرمایا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید کا یہ مصرعہ بیان فرمایا ہے کہ: سنو اللہ کے سوا یقیناً ہر چیز باطل اور مٹ جانے والی ہے۔

سوال: جب حضرت عمر اپنے والد صاحب کی قسم کھا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ایک مرتبہ جب حضرت عمر اپنے والد صاحب کی قسم کھا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ سنو اللہ تمہیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے۔ جسے قسم کھانے کی ضرورت پیش آئے وہ اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔

سوال: ہم حقیقت میں لَآ اِلٰہَ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا کلمہ پڑھنے والے کس طرح کہلا سکتے ہیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جب ہم عبادت اور اس کے نام کی غیرت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں تبھی ہم حقیقت میں لَآ اِلٰہَ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا کلمہ پڑھنے والے کہلا سکتے ہیں۔

......☆......☆......☆......

Zaid Auto Repair
زیدآٹو رِپیئر
Mob. 9041492415 - 9779993615
Deals in: Repair of All Types of 4 Stroke & 2 Stroke Vehicles
Shop No. 7,Front of Guru Nanak Filling Station
Harchowal Road, White Ayenue Qadian
طالب دعا: صالح محمد زید مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین

Near Railway Gate, Soro, Balasore-45, ODISHA
Prop. : Sk. Ishaque, Con. No. 7873776617, 9778116653, 9937080096
طالب دعا: شیخ اسحٰق، جماعت احمدیہ سورو (سوبہ اڈیشہ)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 2

بطور گدائی آٹا لاتے ہیں تو اس سے پیٹ بھرتے ہیں اور جس دن آٹا نہ آوے اُس روز فاقہ اُن کی بیوی کہتی تھی کہ اب ہمارے پر رات پڑ گئی ہے۔ (ایضاً حاشیہ صفحہ 370)

چاہئے تو یہ تھا کہ خدا خود میرے ہلاک کرنے کیلئے اسباب پیدا کرتا نہ یہ کہ لوگ اسباب پیدا کریں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

کیا یہ ایک عظیم الشان معجزہ نہیں ہے کہ **محی الدین لکھو کے والے نے میری نسبت موت کا الہام شائع کیا وہ مر گیا۔** مولوی اسمٰعیل نے شائع کیا وہ مر گیا۔ مولوی غلام دستگیر نے ایک کتاب تالیف کر کے اپنے مرنے سے میرا پہلے مرنا بڑے زور شور سے شائع کیا وہ مر گیا۔ پادری حمید اللہ پشاوری نے میری موت کی نسبت دس مہینہ کی میعاد رکھ کر پیشگوئی شائع کی وہ مر گیا۔ لیکھرام نے میری موت کی نسبت تین سال کی میعاد کی پیشگوئی کی وہ مر گیا۔

میری نسبت جو کچھ ہمدردی قوم نے کی ہے وہ ظاہر ہے...... ان لوگوں نے کونسا پہلو میرے تباہ کرنے کا اُٹھا رکھا۔ کونسا ایذا کا منصوبہ ہے جو انتہا تک نہیں پہنچایا۔ کیا بد دعاؤں میں کچھ کسر رہی یا قتل کے فتوے نا مکمل رہے یا ایذا اور توہین کے منصوبے کَمَا حَقّہٗ ظہور میں نہ آئے پھر وہ کونسا ہاتھ ہے جو مجھے بچاتا ہے۔ اگر میں کاذب ہوتا تو چاہئے تو یہ تھا کہ خدا خود میرے ہلاک کرنے کے لئے اسباب پیدا کرتا نہ یہ کہ وقتاً فوقتاً لوگ اسباب پیدا کریں اور خدا اُن اسباب کو معدوم کرتا رہے۔ (تحفہ گولڑویہ رُوحانی خزائن جلد 17 صفحہ 45)

محی الدین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

قوم کے دشمنوں نے اس نور کو بجھانے کے لئے ناخنوں تک زور لگائے مگر یہ جماعت جو اوّل صرف دو تین آدمی تھے اب ستر ہزار تک پہنچ گئی اور خدا کے قہر کے ہاتھ نے سرغنہ مخالفوں کے پانچ حصوں میں سے تین حصے دنیا پر سے اٹھا لئے۔ اسمٰعیل مولوی علیگڑھ جس نے کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے (یعنی وہ اور میں) جو شخص جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ چنانچہ خود وہ پہلے مر گیا اور غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب فتح رحمانی میں مجھے جھوٹا قرار دے کر خدا تعالیٰ سے جھوٹے کی موت چاہی سو وہ اس مباہلہ کو شائع کر کے پھر زندہ نہ رہ سکا اور چند ہی روز میں فوت ہو گیا۔ دیکھو کتاب فتح رحمانی صفحہ 26 و 27 اور محی الدین لکھو کے والے نے بھی اسی مضمون کا الہام شائع کیا یعنی یہ الہام شائع کیا کہ مرزا صاحب فرعون مگر جیسا کہ الحکم 24 جولائی 1901 کے صفحہ 5 دوسرے کالم میں شائع ہو چکا ہے میری پیشگوئی کے مطابق وہ فوت ہو گیا۔ (نزول المسیح رُوحانی خزائن جلد 18، صفحہ 523، پیشگوئی نمبر 25)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اسی طرح محی الدین لکھو کے والے کا حال ہوا جب اس نے یہ الہام چھپوایا کہ ”مرزا صاحب فرعون“ تب اس کی وفات سے پہلے میں نے اس کو بذریعہ ایک خط کے جو اگست 1894ء کو لکھا گیا تھا اطلاع دی کہ اب وہ فرعون کی طرح اِس موسیٰ کے سامنے اپنی سزا کو پہنچے گا۔ چنانچہ انہیں دِنوں اور اس کی زندگی میں وہ خط الحق سیالکوٹ میں چھپا اور پھر اُس کے مَرنے کے بعد اس نشان کے اظہار کے لئے وہی خط مع اس کی تاریخ وفات کے اخبار الحکم قادیان مورخہ 24/جولائی 1901ء میں چھاپا گیا۔ (ایضاً صفحہ 461، حاشیہ)

مسیح موعود علیہ السلام کو فرعون کہنے والے سب ہلاک ہو گئے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

ایسا ہی وہ تمام لوگ جو مجھے فرعون کہتے تھے، ہلاک ہو گئے۔ محی الدین لکھو کے والے نے اپنا الہام شائع کیا تھا کہ مرزا صاحب فرعون ہیں۔ چراغ الدین نے بھی مجھے فرعون لکھا تھا۔ الٰہی بخش نے بھی مجھے فرعون لکھا۔ مگر یہ عجیب فرعون ہے کہ پہلا فرعون تو موسیٰ کے مقابلہ میں ہلاک ہو گیا تھا اور یہاں فرعون تو زندہ ہے اور موسیٰ دن بدن ہلاک ہوتے جاتے ہیں۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 198، مطبوعہ قادیان 2003)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

کہاں ہے مولوی محی الدین لکھو کے والا؟ جس نے مجھے فرعون قرار دے کر اپنی زندگی میں ہی میری موت کی خبر دی تھی اور میری تباہی کی نسبت کئی اور الہام شائع کئے تھے آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی دُنیا سے گذر گیا۔ کہاں ہے بابو الٰہی بخش صاحب مؤلّف عصائے موسیٰ اکونٹنٹ لاہور؟ جس نے اپنے تئیں موسیٰ قرار دے کر مجھے فرعون قرار دیا تھا اور میری نسبت اپنی زندگی میں ہی طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی کی تھی اور میری تباہی کی نسبت اور بھی بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں آخر وہ بھی میری زندگی میں ہی اپنی کتاب عصائے موسیٰ پر جھوٹ اور افترا کا داغ لگا کر طاعون کی موت سے بصد حسرت مرا۔ (چشمہ معرفت رُوحانی خزائن جلد 23 صفحہ 3)

کاش قوم ان روشن نشانوں سے کچھ عبرت پکڑتی۔ آئندہ شمارہ میں ہم انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور انعامی چیلنج پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57
ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516
Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 71 Thursday 21 - July - 2022 Issue. 29

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ کے ضمن میں آپؓ کے دورِ خلافت میں لڑی جانے والی گیارھویں مہم کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15 ر جولائی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مسلمانوں کی مرتدین باغیوں کے خلاف کارروائیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس بارے میں حضرت مہاجر اور حضرت عکرمہ کی کندہ اور حضرموت کے علاقوں میں مرتدین کے خلاف جو کارروائیاں تھیں اس میں مزید بیان ہوا ہے کہ حضرت مہاجر کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حکم ملا کہ عکرمہ سے جا ملو پھر دونوں مل کر حضرموت پہنچو اور زیاد بن لبید کا ساتھ دو اور عکرمہ کو حضرت ابوبکر کا خط موصول ہوا اس میں انہیں حکم دیا گیا تھا کہ مہاجر بن ابو امیہ سے جا ملو جو صنعاء سے آ رہے ہیں اور پھر دونوں مل کر کندہ قبیلے کا رخ کرو۔ یہ خط پا کے عکرمہ مُہرہ سے نکلے اور اَبْیَنْ میں قیام پذیر ہو کر مہاجر بن ابو امیہ کا انتظار کرنے لگے۔ ابین بھی یمن کی ایک بستی کا نام ہے۔ کندہ قبیلہ کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کے متعلق تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ کندہ کے بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے پاس اونٹ نہیں ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب خیال فرمائیں تو یہ لوگ سواری پر ہمارے پاس اموال زکوۃ پہنچا دیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرموت والوں سے کہا کہ اگر تم کندہ والوں تک اموال زکوۃ پہنچا سکو تو پہنچا دینا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور زکوۃ وصول کرنے کا وقت آیا تو زیاد نے لوگوں کو اپنے پاس بلایا وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ اہل کندہ نے کہا کہ تم نے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا اموال زکوۃ ہمارے پاس پہنچا دو تو انہوں نے کہا تمہارے پاس باربرداری کے جانور ہیں اپنے جانور لاؤ اور اموال زکوۃ لے جاؤ۔ زیاد نے خود اموال زکوۃ پہنچانے سے انکار کر دیا اور کندی اپنے مطالبہ پر مصر رہے۔ پھر وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے ان کا طرز عمل متذبذب ہو گیا ایک قدم آگے بڑھاتے اور دوسرا پیچھے ہٹاتے اور زیاد مہاجر بن ابو امیہ کے انتظار میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے رکے رہے۔ جب کندی حضرت زیاد سے خفا ہو کر واپس چلے گئے تو حضرت زیاد نے بنو عمرو سے زکوۃ کی وصولی اپنے ذمہ لے لی۔ کندہ کے ایک نوجوان نے حضرت زیاد کو غلطی سے اپنے بھائی کی اونٹنی زکوۃ کیلئے پیش کر دی۔ حضرت زیاد نے اس کو آگ سے داغ کر زکوۃ کا نشان لگا دیا۔ اور جب اس لڑکے نے اونٹنی بدلنے کا کہا کہ غلطی سے ہو گیا تھا تو حضرت زیاد سمجھے کہ یہ بہانے بنا رہا ہے اس لئے آپ راضی نہ ہوئے۔ اس پر انہوں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اور ایک شخص ابوسمید کو مدد کے لئے پکارا۔ ابوسمید نے جب حضرت زیاد سے اونٹنی بدلنے کا مطالبہ کیا تو حضرت زیاد اپنے موقف پر مصر رہے۔ ابوسمید کو غصہ آیا اس نے زبردستی اونٹنی کھول دی جس پر حضرت زیاد کے ساتھیوں نے ابوسمید اور اس کے ساتھیوں کو قید کر لیا اور اونٹنی کو بھی قبضہ میں لے لیا ان لوگوں نے ایک دوسرے کو مدد کیلئے پکارا۔ چنانچہ بنو معاویہ ابوسمید کی مدد کیلئے آ گئے۔ بنو حارث بن معاویہ اور بنو عمرو بن معاویہ قبیلہ کندہ کی شاخیں ہیں۔ انہوں نے حضرت زیاد سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن حضرت زیاد نے ان کے منتشر ہونے تک قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔ جب یہ لوگ منتشر نہ ہوئے تو حضرت زیاد نے ان پر حملہ کر کے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور کچھ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔ حضرت زیاد نے واپس آ کر ان کے قیدی بھی رہا کر دیئے مگر ان لوگوں نے واپس جا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی اور انہوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور ارتداد اختیار کر لیا جس پر حضرت زیاد نے فوج جمع کر کے بنو عمرو پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے اور ایک بڑی تعداد کو حضرت زیاد نے قید کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ راستے میں اشعث اور بنو حارث کے لوگوں نے حملہ کر کے مسلمانوں سے اپنے قیدی چھڑوا لئے۔ اس واقعہ کے بعد اطراف کے کئی قبائل بھی ان لوگوں کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی ارتداد کا اعلان کر دیا۔ اس پر حضرت زیاد نے مدد کیلئے حضرت مہاجر کی طرف خط لکھا۔ حضرت مہاجر نے حضرت عکرمہ کو اپنا نائب بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر کندہ پر حملہ آور ہوئے۔ کندہ کے لوگ بھاگ کر اپنے ایک قلعہ میں محصور ہو گئے۔ یہ حضرموت کے قریب یمن کا ایک قلعہ تھا۔ اس قلعہ کے تین راستے تھے۔ ایک راستے پر حضرت زیاد اتر گئے دوسرے پر حضرت مہاجر نے ڈیرہ ڈال لیا اور پھر حضرت عکرمہ پہنچ کر تیسرے راستے پر قابض ہو گئے۔ حضرت زیاد اور حضرت مہاجر کا لشکر پانچ ہزار مہاجرین اور انصار صحابہ اور دیگر قبائل پر مشتمل تھا۔ جب قلعہ کے محصورین نے دیکھا کہ مسلمانوں کو برابر امداد پہنچ رہی ہے تو ان پر دہشت طاری ہو گئی اس وجہ سے ان کا سردار اشعث فوراً حضرت عکرمہ کے پاس پہنچ کر امان کا طالب ہوا۔ حضرت عکرمہ اشعث کو لے کر حضرت مہاجر کے پاس آئے۔ اشعث نے اپنے لئے اور اپنے ساتھ نو افراد کیلئے اس شرط پر امان طلب کی کہ وہ مسلمانوں کے لئے قلعہ کا دروازہ کھول دے گا۔ حضرت مہاجر نے یہ شرط تسلیم کر لی۔ جب اشعث نے نو افراد کے نام لکھے تو جلد بازی اور دہشت کی وجہ سے اپنا نام لکھنا بھول گیا پھر حضرت مہاجر کے پاس تحریر لے کر گیا جس پر انہوں نے مہر ثبت کر دی پھر اشعث واپس چلا گیا جب اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تو مسلمان اس میں داخل ہو گئے۔ فریقین کی لڑائی میں سات سو کندی قتل کر دیئے گئے اور ایک ہزار عورتوں کو قید کر لیا گیا۔ اسکے بعد حضرت مہاجر نے امان نامہ منگوایا اور اس میں درج تمام لوگوں کو معاف کر دیا مگر اس میں اشعث کا نام نہ تھا۔ اس پر حضرت مہاجر نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر حضرت عکرمہ کی درخواست پر اسے باقی قیدیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر کی خدمت میں روانہ کر دیا کہ اسکے بارے میں بھی حضرت ابوبکر ہی فیصلہ فرمائیں گے۔ جب اشعث حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے اس سے فرمایا کہ میرے خیال میں تمہیں قتل کر دینا چاہئے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے کسی بھلائی کی توقع رکھتے ہیں تو ان قیدیوں کو آزاد کر دیجئے اور میری لغزشیں معاف فرمائیے اور میرا اسلام قبول کر لیجئے اور میرے ساتھ وہی سلوک روا رکھئے جو مجھ جیسوں کے ساتھ آپ کیا کرتے ہیں اور میری بیوی میرے پاس واپس لوٹا دیجئے۔ لکھا ہے کہ اس واقعہ سے قبل ایک مرتبہ اشعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے حضرت ابوبکر کی بہن ام فروا بنت ابوقحافہ کو پیغام نکاح دیا تھا۔ حضرت ابوقحافہ نے اپنی لڑکی اسکی زوجیت میں دے دی تھی اور رخصتی کو اشعث کی دوبارہ آمد پر اٹھا رکھا تھا کہ دوبارہ آئے گا تو رخصتی ہو جائے گی۔ اشعث نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ کے دین کیلئے اپنے علاقے کے بہترین لوگوں میں پائیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے اس کی جان بخش دی اور اس کا اسلام قبول کر لیا اور اس کے گھر والے اس کے سپرد کر دیئے۔ نیز فرمایا جاؤ اور مجھے تمہارے متعلق خیر کی خبریں پہنچیں۔ اس طرح حضرت ابوبکر نے تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا۔ وہ سب اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔ ایک روایت کے مطابق اپنی قوم سے بدعہدی کرنے کے باعث اشعث اپنے قبیلے میں واپس جانے کی جرات نہ کر سکا اور قید سے چھوٹنے کے بعد ام فروا کے ساتھ مدینہ میں قیام پذیر رہا۔ حضرت عمر کے عہد میں جب عراق اور شام کی جنگیں پیش آئیں تو وہ بھی اسلامی فوجوں کے ہمراہ ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کرنے کیلئے باہر نکلا اور کارہائے نمایاں انجام دیئے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اس کا وقار پھر بلند ہو گیا اور اس کی گم گشتہ عزت پھر واپس مل گئی۔ الغرض جب تک پوری طرح امن وامان قائم نہ ہو گیا اور اسلامی حکومت کی بنیادیں مستحکم نہ ہو گئیں حضرت مہاجر اور حضرت عکرمہ اس وقت تک حضرموت اور کندہ میں ہی مقیم رہے۔ مرتد باغیوں کے ساتھ یہ آخری جنگیں تھیں ان کے بعد عرب سے بغاوت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا اور تمام قبائل حکومت اسلامیہ کے زیر نگیں آ گئے۔ حضرت مہاجر نے اس علاقے میں امن وامان قائم رکھنے اور بغاوت اور سرکشی کے اسباب کے مکمل طور پر نابود کرنے کیلئے اسی سختی سے کام لیا جس سے وہ یمن میں کام لے چکے تھے۔

اکثر مصنفین اور خاص طور پر اس زمانے کے سیرت نگار عموماً حضرت ابوبکر کی ان جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ گویا جن لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا ان کے خلاف یہ سارا جہاد کیا گیا اور تلوار کے زور سے ان کا قلع قمع کیا گیا کیونکہ یہی ان کی شرعی سزا تھی لیکن تاریخ وسیرت کا مطالعہ کرنے والا ہرگز اس بات کی تائید نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طرز عمل اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی محض نبوت کا دعویٰ کرنے پر کوئی کارروائی فرمائی اور نہ ہی حضرت ابوبکر کی یہ جنگی مہمات صرف اس وجہ سے تھیں کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جاتا بلکہ اصل سوچ ان لوگوں کی باغیانہ روش تھی حقیقت یہ ہے کہ صحابہ نے جن لوگوں سے لڑائی کی تھی وہ حکومت کے باغی تھے۔ انہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا تھا اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا تھا۔

ایک تاریخ نگار نے لکھا ہے کہ اب عرب کی تمام بغاوتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور تمام مرتدین کی سرکوبی کی جا چکی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک گیر فتنہ کا جس منصوبہ بندی اور سرعت کے ساتھ قلع قمع کیا وہ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ کس طرح قدم قدم پر آپ کو الٰہی تائید ونصرت حاصل تھی۔ ایک سال سے بھی کم مدت میں فتنہ ارتداد اور بغاوت پر قابو پا لینا سرزمین عرب پر اسلام کی حاکمیت کو دوبارہ قائم کر دینا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کے غلبہ سے بے حد خوشی تھی لیکن اس مسرت میں غرور اور تکبر کا نام تک نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا محض اللہ کے فضل اور اسکی مہربانی سے ہوا۔

مرتد باغیوں کے خلاف جنگوں اور مہمات کے ختم ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق آئندہ کے اقدامات کے متعلق غور وفکر میں مشغول ہو گئے کہ عرب اور اسلام کی دیرینہ دشمن ایران اور روم کی سلطنتوں سے مستقل طور پر محفوظ رہنے کیلئے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی یہ دونوں طاقتیں عرب کو اپنے زیر نگین رکھنا چاہتی تھیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور بہت سے علاقوں اور قبائل میں ارتداد اور بغاوت کی آگ نے ریاست مدینہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو بعض جگہوں پر اس کے پیچھے ایک ہاتھ انہی طاقتوں کا بھی تھا اور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ہرقل کی فوجیں شام میں اور ایران کی فوجیں عراق میں جمع ہونے لگیں۔ اس لئے ممکن ہی نہ تھا کہ حضرت ابوبکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں سب سے پہلے رومیوں کے خلاف پہلا لشکر حضرت اسامہ کی قیادت میں بھیج چکے تھے وہ ان غاصب اور جابر طاقتوں سے بے خوف ہو کر بے فکر رہ سکتے۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں مسلمانوں نے ایرانیوں کے خلاف عراق کے علاقے میں جو جنگیں لڑیں اور ان میں جو فتوحات اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائیں ان کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہوگا۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad